Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

349

उर्दू संग्रह

पुस्तक का नाम ..... आईनाए हकीकत

लेखक ..... श्याम सिंह ओकाडा

प्रकाशन वर्ष ....

आगत संख्या ..... 349 .....

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

آئینۂ حقیقت

آزادی اور امن کے بکھرے موتیوں کی مالا

349

349;U

لابھ سنگھ اوکاڑہ

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

॥ ओ३म् ॥

पुस्तक-संख्या १५४०

पंजिका-संख्या ....

पुस्तक पर सर्व प्रकार की निशानियां लगाना वर्जित है। कोई महाशय १५ दिन से अधिक देर तक पुस्तक अपने पास नहीं रख सकते। अधिक देर तक रखने के लिये पुनः आज्ञा प्राप्त करनी चाहिये।

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

349
1/340
349;U

چاہو اگر جہالت سارے جہاں سے نکلے
کوشش کرو کہ پہلے وہ اپنے ہاں سے نکلے

رُوحانی امن اور دماغی آزادی کی مالا کے

چند بکھرے موتی

آئینہ حقیقت

حصہ اول

یا

درپن

مذاہب کا ملاپ۔ رواداری واتحاد۔ گُناہ کی اصلیت۔ خُدا اور انسان تلاشِ مرشد بت پرستی یا مُورتی پُوجا۔ شانتی یا راحت کا معیار وغیرہ مضامین کا مجموعہ

مصنفہ

لابھ سنگھ۔ اوکاڑہ

پہلا ایڈیشن
قیمت
باہتمام لالہ موتی رام مینیجر مفید عام پریس واقع جیٹی روڈ لاہور میں چھپا اور سردار لابھ سنگھ نے اوکاڑہ سے شائع کیا

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

آئینۂ حقیقت

مصنفہ لابھ سنگھ عرائض نویس اوکاڑہ

کے

ملنے کا پتہ

۱- سوامی رام تیرتھ پبلیکیشن لیگ۔ لکھنؤ

۲- ستیہ گیان پبلشنگ سوسائٹی۔ اوکاڑہ

۳- لالہ رام دتہ مل جنرل مرچنٹ۔ منٹگمری

۴- مینیجر آدتیہ رسائن۔ انارکلی۔ لاہور

۵- میسرز جے۔ ایس سنت سنگھ سوداگران کتب۔ لاہور

۶- میسرز لاجپت رائے ساہنی اینڈ سنز بک سیلرز۔ لاہور

۷- پنڈت وزیر چند شرما۔ ویدک پستکالیہ۔ لاہور

۸- مینیجر رسالہ 'اوم'۔ لاہور

۹- شیخ مبارک علی اینڈ سنز بک سیلرز لوہاری منڈی۔ لاہور

۱۰- شیخ برکت علی اینڈ سنز بک سیلرز کشمیری بازار۔ لاہور

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

انڈکس

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱	کتاب حاصل کرنے سے پہلے پڑھئے	۵
۲	وجہ تصنیف	۷
۳	مطالعہ	۹
۴	مختلف مذہبوں کا ملاپ کس طرح سے ہو سکتا ہے	۱۳
۵	کوآپریشن	۳۰
۶	گُناہ کیا ہے ؟	۳۵
۷	ایشور کیا ہے اور اُس سے ہمارا کیا تعلق ہے ؟	۴۸
۸	مورتی پُوجا	۵۸
۹	تلاشِ مرشد	۶۵
۱۰	بھارت ورش کو شانتی کس طریقہ سے پراپت ہو سکتی ہے ؟	۷۵
۱۱	ووٹ اور اُس کا اثر	۸۳
۱۲	بدعہدی	۸۷
۱۳	آزادی	۸۹
۱۴	خرابی کا ذمہ وار کون ہے ؟	۹۲
۱۵	الوداع	۹۴

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اِس کتاب کے لینے سے پہلے پڑھئیے

یہ کتاب صرف اُسے لینی چاہیئے جو یا تو بے مذہب ہے یا بامذہب ہے۔ وہ جو حقیقی مذہب کے قطعاً خلاف ہے یا ان میں دلچسپی نہیں رکھتا بلکہ ان سے لاپرواہ ہے اُسے یہ کوئی فائدہ نہ دیگی۔ البتہ ایسا شخص جو رواجی مذہب کے خلاف ہونا چاہتا ہے یا مذہب کے حقیقی نقطہ نگاہ کو صحیح طور پر سمجھنا چاہتا ہے اِس سے مستفید ہوسکتا ہے۔ ایسے پڑھ کر اور سمجھ کر اپنے اندر آزاد خیالی اور تحمل پیدا کر کے لڑائی جھگڑوں سے نجات پا سکتا ہے۔

جو شخص اپنے ذہن پر سوچنے کے لئے زور نہ دینا چاہے اُسے بھی یہ کوئی فائدہ نہ دیگی۔ یہ کوئی ادبی کتاب نہیں ہے۔ جو شخص اسے ادبی کتاب سمجھ کر لینا چاہے وہ غلطی پر ہوگا۔ کیونکہ جن خاص خیالات کو اس میں ناظرین کی خدمت میں پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے اُنہیں رنگین عبارت میں نہیں بلکہ سادہ الفاظ اور سادہ عبارت میں بیان کیا گیا ہے۔ اِس میں دھن دولت کمانے کے راز بھی قلمبند نہیں کیئے گئے۔

اس کی سادہ عبارت سے یہ غلط نتیجہ بھی مت نکالیئے کہ آپ کو اس سے کوئی فائدہ نہ ہوگا بلکہ آپ یقین کیجیئے کہ اس کے مطالعہ سے آپ کے اندر خیالات کا دریا ٹھاٹھیں مارتا ہوا نظر آئے گا۔ اور جن مسائل کو آپ قبل از یں پیچیدہ اور مشکل سمجھتے رہے ہیں اُن کا حل آپ کو آسان معلوم دینے لگ جائیگا۔ اور بہت سے توہمات دُور ہو جائیں گے۔ جو لوگ مذہب۔ ایشور۔ مورتی پوجا۔ گناہ وغیرہ سوالات سے تنگ آئے ہوئے ہیں اور اُن کی حقیقت کو سمجھ کر اُن جھگڑوں سے آزاد

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ہونا چاہتے ہیں یہ کتاب اُن کے لیے مُفید ثابت ہوگی۔

تفصیلات میں جانے کی کوشش کم کی گئی ہے۔ محض اصول پیش کرنا مدِّ نظر رہا ہے۔ جو مثالیں چُنی گئی ہیں وُہ روزانہ واقعات سے لی گئی ہیں تاکہ آپکا ذہن ان مثالوں کو ہر وقت مدِّ نظر رکھتا ہؤا اصلیت کو جاننے میں لگا رہے۔

اگر آپ نے اسے لینے کا فیصلہ کر لیا ہے تب کھڑے کھڑے چند منٹ کہیں کہیں سے دیکھ لیجئے تاکہ اسے لینے یا نہ لینے کے متعلق آپ کوئی آخری رائے قائم کر سکیں۔ ناپسند ہو تو اسے واپس کر دیجئے۔ اگر پسند ہو تو اسے لے کر جیب میں ڈال لیجئے۔ انتشارِ خیالی کے اسباب کو دُور کر کے آرام و اطمینان سے علیحدگی میں بیٹھ کر پڑھیئے۔ ورنہ اس سے پُورا پُورا فائدہ اُٹھانا ناممکن ہوگا۔ اِس کا صرف ایک بار مطالعہ اِتنا زیادہ مفید نہ ہوگا بلکہ اس کا بار بار پڑھنا ضروری ہے تاوقتیکہ آپ کو اس کا نچوڑ خوشی نہ دینے لگ جائے یا اس سے نفرت نہ ہو جائے۔

یہ کتاب آپ کے نقطۂ نگاہ کو اس طرح بدل دیگی جس سے دُوسرے لوگوں سے جھگڑا نہ رہے گا اور ہر معاملہ پہ آپ اپنی آزادانہ رائے قائم کر سکیں گے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

وجہ تصنیف

شری سناتن دھرم سبھا اوکاڑہ کے سال ۱۹۳۳ء والے جلسے میں چند اصحاب کو ایک مضمون "گناہ کیا ہے؟" پر اپنے خیالات ظاہر کرنے کے لئے کہا گیا۔ مصنف کتاب ہذا کو قبل از وقت اطلاع نہ دی گئی مگر جلسے میں بیٹھے ہوئے ایک دوست نے اس مضمون پر کچھ بولنے کے لئے اکسایا جس پر اپنے خیالات کو بے ترتیب حالت میں پیش کیا۔ چونکہ کوئی صاحب بھی تیار ہو کر نہ آیا تھا۔ اس واسطے جواب نامکمل صورت میں ملا۔ یہی وجہ تھی کہ چند ماہ بعد آریہ سماج اوکاڑہ کے سالانہ جلسے پر ایک مجلس منعقد ہونی قرار پائی جسے "مذاہب کی کانفرنس" کا نام دیا گیا۔ اس کے لئے وہی مضمون "گناہ کیا ہے؟" چنا گیا اور مختلف مذہبوں کی سبھاؤں کو لکھا گیا کہ اپنے نمائندے بھیجیں جو اپنے اپنے مذہب کے نقطہ نگاہ سے اس سوال کا جواب دیں۔ چند اشخاص کو انفرادی حیثیت میں بھی مدعو کیا گیا۔ مصنف بھی ایسے اشخاص میں سے ایک تھا۔ اس کے بعد چند سال تک آریہ سماج اوکاڑہ کے سالانہ جلسوں پر یہ سلسلہ جاری رہا۔ ہر بار مصنف کو دعوت ملتی رہی۔ آریہ سماج کی پیروی میں شری سناتن دھرم سبھا نے بھی ایک سالانہ جلسے پر "امن" کے مضمون پر تقاریر کے لئے لوگوں کو مدعو کیا۔ دعوت پر مصنف نے مضمون لکھا مگر ایک شادی کی تقریب میں شمولیت کی وجہ سے خود مضمون نہ پڑھ سکا بلکہ بھائی چوہڑمل صاحب منجال نے جلسہ عام میں اسے پڑھا۔ حسب ذیل مضامین نیچے لکھی ہوئی تاریخوں پر پڑھے گئے ۔ (۱) گناہ کیا ہے؟ ۱۹ مئی ۱۹۳۴ء۔
(۲) ایشور کیا ہے اور اس سے ہمارا کیا تعلق ہے؟ ۱۴ اکتوبر ۱۹۳۵ء ۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

(۳) تمام مذہبوں میں ملاپ کس طرح ہو سکتا ہے؟ ۲۱ نومبر سنہ ۱۹۳۷ء - (۴)
بھارت ورش کو شانتی کس طریقے سے پراپت ہو سکتی ہے؟ یکم مئی سنہ ۱۹۳۸ء۔

ان مضامین کو سامعین نے پسند فرمایا۔ بعض اصحاب نے اعتراضات بھی اُٹھائے مگر اُنہیں دوبارہ پڑھ کر ان خیالات کی صحت کی تصدیق فرمائی۔ بعض بزرگوں نے جو جلسوں میں شامل نہ ہوئے تھے یا شور میں مکمل مضمون نہ سُن سکے تھے علیحدگی میں ان مضامین کو مصنّف سے سُنا اور اُنہیں قدر کی نگاہ سے دیکھا۔ یہ مضامین نہایت اہم ہیں اس لئے بعض دوستوں کی تحریک پر ان مضامین پر نظرِ ثانی کر کے ان میں کمی بیشی کی گئی اور چند مضامین جو ان سے تعلق رکھتے ہیں اور لکھے۔

عہدِ حاضرہ میں رواجی مذہب اور ہیچ و شتم توہمات مُلکی ترقی میں سدِّ راہ ہو رہے ہیں۔ اور یہ مضامین ان وہموں کے اندھیرے کو اُڑانے میں روشنی کا کام دیتے ہیں۔ اسی لئے ان مضامین کو کتابی صورت دی گئی ہے۔ اگر یہ مضامین چند اصحاب کو بھی مذہب کی اصلی سپرٹ (معنی) کی طرف رجوع کر سکیں اور اُن میں آزاد خیالی پیدا کر سکیں تو مصنّف کو اس میں خوشی حاصل ہوگی۔

مورخہ یکم نومبر سنہ ۱۹۳۹ء

لابھ سنگھ عرضی نویس
اوکاڑہ

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

مطالعہ

عام طور پر کتاب پڑھنے کو مطالعہ کہتے ہیں۔ مگر مطالعہ صرف کتاب کا پڑھنا ہی نہیں ہے بلکہ جب تک پڑھنے کے ساتھ سمجھنے اور سوچنے کو شامل نہ کیا جائے تب تک کتاب کا پڑھنا مطالعہ کہلانے کا حقدار نہیں ہے۔ اس فرق کو سمجھنے کے لئے فرض کیجئے کہ ایک شخص قوم ہندو جو سنسکرت زبان سے نا آشنا ہے صبح اٹھ کر اردو حروف میں لکھی ہوئی کتاب سے چند شلوک پڑھ ڈالتا ہے مگر مطلب نہیں سمجھتا۔ ایک دوسرا شخص سنسکرت کا زباندان کالیداس کا کوئی ناٹک پڑھتا ہے اور مزا لے کر پڑھتا ہے۔ پہلے شخص کا پڑھنا مطالعہ نہیں۔ دوسرے شخص کا پڑھنا مطالعہ ہے۔ اصل بات تو یہ ہے کہ محض کتاب کا پڑھنا ہی مطالعہ نہیں بلکہ عملی دنیا میں واقعات کو دیکھنا۔ ان سے نتائج اخذ کرنا۔ اپنے من میں خیالات اٹھنے کو دیکھنا اور ان کی حقیقت کو سمجھنا بھی مطالعہ میں شامل ہے۔ اگر بار بار بیان کو نقرہ کا دینے والا نہ سمجھا جائے تو مطالعہ باطن اور مطالعہ واقعات ہی اصل مطالعہ ہے۔ کتابی مطالعہ تو ایسے مطالعہ کی طرف صرف رہنمائی کا کام دیتا ہے۔

مطالعہ کا مقصد صرف یہ ہوتا ہے کہ کسی مادی۔ عملی یا ذہنی حالت کو دیکھا یا اس کا مشاہدہ کیا جائے۔ جب جب ہم کوئی کتاب پڑھتے ہیں تب تب ہمارا دھیان کسی خاص خیال یا حالت کی طرف پھرتا ہے۔ کتاب پڑھتے وقت ہم کوئی نہ کوئی خیالی حالت دیکھتے ہیں جسے ہم بعد میں مادی یا عملی صورت میں لانے کے خواہشمند ہوتے ہیں۔ اگر مطالعہ سے کوئی بھی حالت ہمارے دھیان یا ذہن میں نہ آئے تو اسے مطالعہ نہ سمجھئے بلکہ سمجھ لیجئے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کہ دماغ کام ہی نہیں کر رہا - مطالعہ خیالی طور پر ہمیں کسی نہ کسی حالت کا تجربہ کراتا ہے اور حقیقی حالت پیدا ہونے سے پہلے ہم اس امر کے نشیب و فراز سے واقف ہو جاتے ہیں - پھر ہمیں خیالی صورت کے مطابق عملی یا مادی صورت پیدا کرنے میں جھجک نہیں رہتی - یہی مطالعہ کا سب سے بڑا فائدہ ہے -

بسیار خوری جسم میں آلس پیدا کرتی ہوئی مطالعہ میں بڑی بھاری رکاوٹ ثابت ہوتی ہے - اس سبب کو خوراک میں کمی کر کے یا حسب ضرورت فاقہ کر کے دُور کیا جا سکتا ہے - ناول - اخبار - متفرق مضمونوں کی کتابوں کا پڑھتے رہنا بھی حقیقی مطالعہ میں ہارج ہوتا ہے - بعض دفعہ حرف شناسی کے بعد کچھ لوگ عبارتیں پڑھنے لگ جاتے ہیں اور اس خیال میں محو کہ ہم تعلیم یافتہ ہو گئے ہیں دُوسرے اَن پڑھ لوگوں کے سامنے مطلب سمجھے بغیر جلد جلد کتاب پڑھ جاتے ہیں - ایسا کرنے سے گہرے مطالعہ کی طاقت پیدا نہیں ہوتی بلکہ حقیقی مطالعہ میں رکاوٹ پیدا ہو جاتی ہے - اس رُکاوٹ کو دُور کرنے کے لئے تھوڑا تھوڑا گہرا مطالعہ کرنا چاہیئے - رفتہ رفتہ گہرے مطالعہ کی طاقت پیدا ہو جائے گی - واجب یہ ہے کہ جب مطالعہ کیا جائے جس امر کا اس میں ذکر ہو اُسے ذہنی طور پر دیکھنے کی کوشش کی جائے - جو پڑھا جائے اُس کے لفظی معنی ہی نہیں بلکہ اس کا مفہوم سمجھا جائے - "تربوز" کا لفظ پڑھتے ہوئے اگر کسی تربوز کی شکل آپ کے دھیان کے سامنے نہیں پھرتی تو ایسے مطالعہ کو مطالعہ نہیں سمجھنا چاہیئے - مطالعہ میں یہ امر رُکاوٹ ہے کہ جس مضمون کا آپ مطالعہ کر رہے ہیں وہ آپ میں کوئی ذہنی تغیر پیدا نہ کرے - اس رکاوٹ

١٧ جیسا کہ چھوٹے بچوں کو معمولی گورمکھی کی حرف شناسی کرا کر سری گورو گرنتھ صاحب کے پاٹھ میں لگا دیا جاتا ہے - جو صرف پڑھنا سیکھ جاتے ہیں معنی نہیں سمجھتے -

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کو دُور کرنے کے لئے پہلے آپ مندرجہ ذیل صورتوں پر عمل کیجئے۔ ایک لفظ پڑھئے اس کا مفہوم سمجھئے پھر دُوسرا لفظ پڑھئے اور اس کا مفہوم سمجھئے۔ اس طرح کرنے سے آپ پر مطالعہ کی حقیقت روشن ہو جائے گی۔

وُہ لوگ جو واقعات کو دیکھتے ہوئے نتائج اخذ کرتے ہیں اور مطالعہ باطن میں مصروف ہیں وُہ مبارکباد کے مستحق ہیں۔ اُنہیں کتابی مطالعہ کی اتنی ضرورت نہیں۔ بلکہ ایسے لوگ تو انہیں دو قسم کے مطالعہ سے فیض یاب ہوتے ہوئے دُوسرے لوگوں کے لئے کتابیں لکھ رہے ہیں اور کتابی مطالعہ کا سامان پیدا کر رہے ہیں۔ وُہ جوان دو قسم کے مطالعہ سے محروم ہیں انہیں کتابی مطالعہ ضرور کرنا چاہیئے کیونکہ مطالعہ سے کسی حالت کے واقع ہونے سے پہلے ہم اس حالت کے نشیب و فراز سے واقف ہو کر تکلیفوں اور دقتوں کا سامنا کر سکنے کے قابل ہو جاتے ہیں۔ اس سے ہمیں اُن باتوں کا بھی علم ہو جاتا ہے جو عملی طور پر ہمارے تجربہ میں نہیں آئیں۔ مطالعہ نہ کرنے کی صورت میں ہم صرف اُنہی باتوں کو جان سکیں گے جن سے ہمیں واسطہ پڑیگا۔ چونکہ کتاب دُوسرے لوگوں کے تجربوں کا ریکارڈ ہے اس لئے ہم مطالعہ سے گذشتہ زمانہ کے بزرگوں کے تجربہ سے بھی جو ہمیں براہِ راست نہ ہو سکتا ہو فیض پا سکتے ہیں۔

صُبح کے وقت رفع حاجت کے بعد دماغ پر کوئی بوجھ نہیں رہتا۔ دماغ ٹھنڈا اور تر و تازہ ہوتا ہے۔ اشنان کرنے سے غنودگی بھی دُور ہو گئی ہوتی ہے۔ اس وقت کوئی دُوسرا شخص بھی ہمارے خیالات کو منتشر نہیں کرتا۔ اس لئے سورج نکلنے سے کم از کم ایک گھنٹہ پہلے کا وقت مطالعہ کے لئے بہترین ہے۔ اس وقت کا مطالعہ دس گُنا فائدہ دیتا ہے۔ ایسے وقت میں یکسُو ہو کر مطالعہ کرنے سے دماغ میں کئی نئے نئے خیالات آئیں گے۔ مختلف کیفیات طاری ہونگی۔ مختلف حالات محسوس ہونگے جن میں سے بعض پسندیدہ

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

بعض ناپسندیدہ ہوں گے۔ ناپسندیدہ حالات کو بدلنے کے لئے آپ کو سوچنا پڑے گا۔ ناپسندیدہ خیالی حالت کو ترمیم و تنسیخ کر کے نئی صورت میں لانا سوچ کہلاتا ہے۔ جب کوئی ایسی حالت آپ میں پیدا ہو جائے کہ آپ من ہی من میں ادھیڑ بُن میں لگ جائیں تو کتابی مطالعہ کا کام ختم سمجھئے۔

اِس کتاب کو پڑھتے وقت خیال رکھئے کہ کبھی ایک صفحہ اور کبھی دوسرے صفحہ پر نظر نہ دوڑائیے بلکہ ایک مضمون کو شروع کر کے اسے مسلسل پڑھئے۔ اسے ختم کرنے کے بعد چند دن مطالعہ بند کر دیجئے۔ اور کچھ دن بعد دوبارہ اُسی مضمون کو پڑھئے۔ دوسری بار کے مطالعہ سے اُسی مضمون کے خیالات روشن تر صورت میں آپ کے ذہن کے سامنے نمودار ہوں گے۔ اگر آپ کو دُوسری بار مطالعہ کرتے وقت پہلے سے زیادہ حظ ملے تو اسی طرح چند دن پھر مطالعہ بند کر کے تیسری بار مطالعہ فرمائیے۔ اسی طرح چند بار کے مطالعہ سے آپ میں اسی مضمون پر نکتہ چینی کرنے کی طاقت آ جائیگی۔ بلکہ جب آپ اپنے سوالوں کا جواب پانے کے لئے دُوسروں کو للکاریں گے تب ہم اس مضمون مطالعہ کے لکھنے کا مقصد پُورا ہؤا سمجھیں گے۔ جتنا گہرا غوطہ اس سمندر میں لگایا جائیگا اُتنی ہی زیادہ قیمتی چیز اس سے برآمد ہوگی۔

یہ کتاب آپ میں خود اعتباری پیدا کر کے دُوسروں کا سہارا ڈھونڈنے سے آزاد کر دیگی۔ آپ کے وہموں اور فرضی یقینوں کو دُور کرتی ہوئی خواہ مخواہ غیر قدرتی محتاجی کو دُور کر دے گی۔ امن اور آزادی کے راستہ پر گامزن کر دے گی۔ سوچنے کے لئے آزاد کر دیگی۔ نمائش کی طرف سے ہٹا کر نفد کی طرف مائل کر دے گی۔

اب شور و غل سے علیحدہ ہو کر دھیان کو مطالعہ میں لگا کر پڑھنا شروع کیجئے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

مختلف مذہبوں کا مِلاپ کس طرح سے ہو سکتا ہے؟

(۱) کیا کوئی خاص کتاب مبرا از غلطی ماننے کے لائق ہے اور کیوں؟ (۲) کیا کسی مہاتما یا نبی یا پیغمبر یا اوتار کا ماننا ضروری ہے اور کیا کسی خاص مہاتما یا پیغمبر یا اوتار پر اکتفا کرنے سے مختلف دھرموں کے باہمی ملاپ میں رکاوٹ پیدا ہوتی ہے؟ (۳) کیا مختلف دھرموں کے اپنے اپنے رسم ورواج اور سنسکار اور ودھی ودھان اِن دھرموں کے باہمی ملاپ میں ستر راہ ہیں؟ (۴) کیا انسانی عقل خود اور اکیلے طور پر باہمی ملاپ پیدا کرنے کے لئے کافی نہیں ہے؟ (۵) پاپ اور پُن کی فلاسفی کیا ہے؟ (۶) کیا کسی ملک کی ترقی اس ملک میں مختلف مذہب اور دھرم ہوتے ہوئے بھی ہو سکتی ہے؟ (۷) کیا زبان کا ایک ہونا ملاپ کے لئے ضروری ہے؟ (۸) وُہ کون سی تجویز یا تدبیر ہے جس کے اختیار کرنے سے تمام مذہبوں کا ملاپ ہو سکتا ہے اور دُنیا میں سُکھ اور آرام ہو سکتا ہے؟

جب ہم بہ نظرِ غور انسانی دُنیا کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہم بلحاظ خیال انسان کو کئی گروہوں میں منقسم پاتے ہیں۔ (۱) وُہ جو زیر ہدایت کتاب و رہنما پابند مذہب ہیں۔ (۲) وُہ جو عقل کو رہنما مانتے ہیں۔ (۳) وُہ جو مذہب کو غیر ضروری سمجھتے ہیں۔ اوّل قسم کے لوگوں کے گروہ میں پھر فرقہ بندی موجود ہے اور اِن

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ہیں شکمی تقسیم بھی پائی جاتی ہے۔
سکھ صاحبان سری گورو گرنتھ صاحب کو اپنی کتاب۔ دس گورو صاحبان کو اپنا سچا رہنما۔ پانچ ککار کیس۔ کڑا۔ کرپان وغیرہ دھارن کرنے کو ضروری فرض۔ بانی کے روزانہ پاٹھ کو پُن اور گورمکھی کو اپنی خاص زبان سمجھتے ہیں۔
مُسلم بھائی قرآن شریف کو الہامی کتاب۔ حضرت محمدؐ صاحب کو اپنا شفیع۔ ختنہ وغیرہ کو ضروری سنت۔ نماز روزہ کو ثواب۔ عربی کو دھارمک اور اُردو کو ملکی زبان مانے ہوئے ہیں۔
آریہ بھائی ویدوں کو مبرّا از غلطی الہامی کتابیں۔ شری سوامی دیانند سرسوتی کو اپنا ہادی۔ جنیئو چوٹی کو ضروری پہچان۔ گائتری منتر اور وید کے پٹھن پاٹھن کو پُن۔ سنسکرت کو دھارمک اور بھاشا کو ملکی زبان یقین کئے ہوئے ہیں گو سوامی جی کو وُہ اِس معنی (SENSE) میں گورو نہیں مانتے جس معنی میں کہ سکھ اور مسلمان اپنے ہادیوں کو مانتے ہیں۔ پھر بھی آریہ بھائی اُنہیں گورُو کی پدوی ضرور دیتے ہیں۔
اسی طرح دُوسرے مذہبوں کے متعلق قیاس کر لیجئے۔ ہر مذہب اپنا گورُو۔ اپنی کتاب الگ الگ قرار دئے ہوئے ہے۔ المختصر ایک مذہب والا اپنی کتاب۔ اپنے رہنما[۱]۔ اپنی رسم رسوم۔ اپنی پسند کردہ زبان کو دُوسرے مذہب کی ایسی ہی باتوں پر ترجیح دینا۔ بہترین ماننا۔ دُوسروں سے نفرت کرنا۔ غلط قرار دینا ہوُا اُنہیں مٹانے کی کوشش کر رہا ہے۔ ایک مذہب جھٹکا کو حرام دُوسرا حلال۔ ذبح کو ایک حلال دُوسرا حرام سمجھتا ہوُا جھگڑا کر رہا ہے۔ مذہب نے پاپ پُن کی فلاسفی کو اپنے اپنے ہادی کے فرمانوں کے اندر بند مان رکھا ہے۔ ہر شخص خود سُدھرنے کی بجائے دُوسرے مذہب کے معتقدین کو سُدھارنے کی

۱؎ رہنما کی حقیقت معلوم کرنے کے لئے ہمارا مضمون "تلاش مرشد" ملاحظہ فرمائیے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کوشش کر رہا ہے۔ اور اس کوشش میں لڑائی جھگڑا۔ دنگہ فساد کشت و خون کا باعث بن رہا ہے۔ امن و آشتی کا علمبردار بدامنی پھیلا رہا ہے۔ قتل تک سے بھی دریغ نہیں کرتا۔

اصلیت یہ ہے کہ ایسے لوگ مذہب کی رُوح سے ناآشنا ہیں۔ آؤ ذرا ہم اِن امُور کی پڑتال کریں کہ کتاب اور رہنما کیا ہیں۔ ان کا مرتبہ کیا ہے کس حد تک یہ ماننے کے قابل ہیں۔ مذہب اور زبان ملکی ترقی میں حارج ہیں یا نہیں۔ اور اِس کا علاج کیا ہے اور مختلف مذہبوں میں ملاپ کس طرح سے ہو سکتا ہے؟

آپ جانتے ہیں کہ رات کے وقت اگر کسی کوٹھڑی میں کام کے واسطے داخل ہونا ہو تو یہ ضروری بلکہ لازمی ہوتا ہے کہ روشنی ساتھ ہو ورنہ ٹھوکر لگنے کا اندیشہ رہتا ہے۔ اپنی اپنی ڈفلی اور اپنے اپنے راگ کے اندھیرے کو دُور کرنے کے لئے بھی ایک چاندنا درکار ہے۔ اس لئے چند امور کی تشریح ضروری ہے تاکہ آپ اس تشریح کی روشنی میں اِن سوالات کو خود حل کر سکیں یا دئے ہُوئے حل کو بخوبی سمجھ لیں۔

کتاب کب پیدا ہُوئی؟

آپ طلوع عالم کے زمانہ پر نگاہ ڈالیں۔ اُس زمانہ میں عناصر ملیں گے یا بیج اور بیجوں سے پیدا شُدہ اجسام۔ اُس زمانہ میں کاغذ یا کتاب کی قسم کی کوئی چیز دستیاب نہ ہوگی۔ بھوج پتر ملیگا مگر وُہ بھی کورا۔ اُس پہ کوئی تحریر نہ ہوگی۔ اس سے آپ نے بخوبی جان لیا کہ کاغذ یا کتاب اور تحریر قدرتی پیدا شُدہ چیزیں نہیں ہیں بلکہ انسان کی ایجاد کردہ ہیں۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کتاب کہاں سے آئی ؟

اِس امر کے دریافت کرنے کے لئے زمانہ ماضی میں جانے کی ضرورت نہیں۔ یہ ایک روزانہ کا تجربہ ہے کہ لوگ اُن خیالات کو جو من میں اُٹھتے ہیں۔ بیرونی دُنیا کو دیکھنے سے پیدا ہوتے یا کانوں کے ذریعہ سُنے جاتے ہیں۔ وُہ بصورت حروف یا بشکل تصویر کاغذ پر دھر دئے جاتے ہیں۔ اور پھر وہی کاغذ کتاب کہلاتے ہیں۔ کتابوں کی کئی قسمیں ہوتی ہیں۔ (۱) وُہ جو خیالی ہوتی ہیں مصنّف کو جیسا خیال آیا ویسا لکھ دیا۔ ان میں مندرج امُور پرکھے ہوئے نہیں ہوتے۔ (۲) وُہ جو تجربہ کے بعد نتائج اخذ کر کے لکھی جاتی ہیں۔ (۳) وُہ جن میں اُوپر کے دونوں طریق مخلوط ہوتے ہیں۔ خواہ کوئی کتاب ہو وُہ اُوپر دئے ہوئے طریق سے ہی عالم وجود میں آتی ہے کوئی اور طریق کتاب بننے کا نہیں۔

من کیا ہے ؟

جس طرح ریت وغیرہ غیر شفّاف چیزوں کو لے کر بھٹی میں دیا جاتا ہے۔ تو ایک شفاف شے پیدا ہوتی ہے جسے شیشہ کہتے ہیں۔ اسی طرح غیر شفاف لطیف عناصر سے ایک شفاف چیز پیدا ہوئی ہے جسے من کہتے ہیں۔ اِس من کے آئینہ میں خیالات بطور عکس جھلک مارتے ہیں۔ وُہ خیالات کہاں سے آتے ہیں اس کی تشریح یہاں لازمی نہیں۔ البتہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہی من عقل کا مقام ہے۔ جتنا جتنا یہ شیشۂ دِل مصفّا ہوگا اتنی ہی اتنی عقل منوّر ہوگی۔ انسان کا دانا۔ نادان۔ دیوتا یا اوتار یا پیغمبر ہونا اسی شیشۂ دِل کی صفائی کے درجات پر منحصر ہے۔ مشاہدہ بتلاتا ہے کہ من ایک وقت میں کسی بات کے صرف ایک پہلو کو دکھلا سکتا ہے۔ دُوسرے وقت میں پہلے سے مختلف پہلو کو دکھلا سکتا ہے۔ سالم سچائی ایک ہی وقت میں من میں منعکس نہیں ہو سکتی۔ کبھی ایک پہلو کبھی

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

دُوسرا پہلو سامنے آتا ہے۔ لہٰذا کوئی انسان بھی ایسا قرار نہیں دیا جا سکتا۔ جس کے من میں سچائی اِس طرح سے مکمل جھلکی ہو کہ بعد میں کوئی پہلوُ قابل اظہار بقایا نہ رہا ہو۔

صحیح اور غلط کسے کہتے ہیں؟

خیالات جب دِل کی دُنیا سے نکل کر عملی دُنیا میں اپنی صورت دکھاتے ہیں تب یہاں پہچانے جاتے ہیں۔ جو خیالات مقصد پر پہنچا دیں۔ اور آرام دینے والے ہوں وُہ پیارے اور صحیح اور دُوسرے سب ناپسندیدہ اور غلط کہلاتے ہیں۔ کسی خیال کو غلط یا صحیح ماننے سے پہلے اُن کا عملی دُنیا میں تجربہ میں لاکر پہچاننا ضروری ہے۔ خواہ وُہ تجربہ آپ خود کریں یا کسی دُوسرے شخص کو کرتے دیکھ کر نتیجہ اخذ کریں۔ تجربہ کے بغیر رائے قائم کرنا غلطی ہوگی۔

دُرست یا غلط ہونے کا فیصلہ کرنے والا کون ہے؟

ویدوں کے ترجموں کو لے لیں۔ ایک ہی وید کا ترجمہ۔ دُوسرا سائین آچاریہ کا ترجمہ۔ آپ جانتے ہیں کہ ان دونوں ترجموں کے معنی میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ اگر چند وِدوان فیصلہ کرنے کے واسطے اکٹھے کئے جائیں تو کوئی ایک کو درست اور کوئی دُوسرے کو صحیح کہیگا۔ بالآخر پڑھنے والے کو فیصلہ کرنا پڑیگا کہ کس کو درست مانے۔ گویا کہ فیصلہ کنندہ آپ ہیں۔ اسی طرح قرآن شریف اور شری گورُو گرنتھ صاحب کی بعض تحریروں کا حال ہے۔ آپ خود غور کر کے نتیجہ نکالیں۔ اِسی طرح جب ایک آدمی ایک مذہب کو چھوڑ کر دُوسرا مذہب اختیار کرتا ہے تو اس کے بھی یہی معنی ہوتے ہیں کہ اُس نے دونوں مذہبوں کے خیالات کو پرکھا ہے اور ایک کو غلط اور دُوسرے کو

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

درست جانا ہے۔ تبھی تو پہلے مذہب کو چھوڑ کر دوسرے مذہب میں داخل ہوتا ہے۔ یہاں بھی فیصلہ کرنے والے آپ ہیں۔ آپ سمجھ لیجئے کہ یہی حالت دوسرے امور کے فیصلہ کرتے وقت درپیش ہوتی ہے۔ مختصر یہ کہ بعد تجربہ یا بلا تجربہ فیصلہ کرنے والے آپ ہیں۔ آپ کے لئے کوئی دوسرا فیصلہ کرنے کا حق نہیں رکھتا۔

اِنسان کیا ہے ؟

یہ سمجھا دینا کہ انسان کیا ہے یا ہم کیا ہیں اِس مضمون کی حد سے باہر ہے۔ البتہ اِتنا کہہ دینا کافی ہوگا کہ محض جسم کو انسان مت سمجھیں۔ من کو سمجھ سکتے ہیں۔ اِس سے وقتی ضرورت پوری ہو جائے گی۔

اب سچائی یہ معلوم ہوئی کہ کتاب خیالات کی تحریری صورت کا نام ہے۔ اِس میں مندرج خیالات درست بھی ہو سکتے ہیں اور غلط بھی۔ مگر اُن کی غلطی یا درستی کا اندازہ بغیر تجربہ کئے نہیں ہو سکتا۔ اور انسان ایک جسم ہے جس کے اندر یا باہر من رہتا ہے۔ من ہی خیالات کو غیر مادی دُنیا سے کھینچتا ہے۔ جو من نیک خیالات کا آئینہ بن سکتا ہے اس کا لباس یعنی جسم بھی نیک کہلاتا ہے۔ اور جو من محض ایسے خیالات کو جو عملی دُنیا میں درست نہ ثابت ہوں کھینچتا ہے خود وہمی کہلاتا ہوا اِس جسم کو بھی وہمی کہلواتا ہے۔ جس میں کہ وہ رہتا ہے۔ جسم من سے مل کر ایک ہونے کی وجہ سے نیک، عقلمند، وہمی، اوتار، مہاتما، پیغمبر وغیرہ کہلاتا ہے۔ منوّر من مہاتما ہے جسم مہاتما نہیں۔ جس جسم کے من نے دنیا میں زیادہ عملی بھلائی کے کام سوچے وہی مہاتما پیغمبر وغیرہ کہلایا۔ ہر شخص اپنے من کو خواہشات سے پاک کر کے اور لوگوں کی بھلائی کے کام سوچ کر اور عملی کام کر کے مہاتما وغیرہ کہلا سکتا ہے۔ لوگوں کی رہنمائی کر سکتا ہے۔ مگر اس کی رہنمائی کی قابلیت عملی دُنیا میں پہچانی جائے۔ کسی

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

شخص کو بلا تجربہ مہاتما مان لینے میں دھوکے کا امکان رہتا ہے۔ بھیس دھاری سادھو۔ سنت۔ فقیر لوگوں کو دھوکا دیتے رہتے ہیں۔ ایسے دھوکے دینے کی واردات کی خبریں دن رات اخباروں میں پڑھ کر اس اندیشہ کو سچ ماننے کے لئے ہم مجبور ہیں۔ غرضیکہ کسی انسان کے خیالات کو تجربہ کر کے درست معلوم کئے بغیر درست کہنا بڑی بھاری غلطی ہے۔ لہٰذا اس تشریح اور دلیل کی بناء پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ کوئی کتاب یا کوئی انسان خواہ وُہ کوئی بھی ہو مکمّل اور مبرّا از غلطی ماننے کے لائق نہیں۔ البتہ جس قدر کسی بزرگ کے مقولے بعد تجربہ عملی دُنیا میں درُست پائے جائیں اُسی قدر وُہ بھروسہ کے لائق ہے۔ مگر پھر بھی انسان کا یہ حق محفوظ ہے کہ تجربہ میں درست ثابت ہونے سے پہلے ہر ایک بات پر شک کرے اور بعد تجربہ جیسا ثابت ہو ویسا یقین کرے۔

اِس مختصر تشریح کے بعد ہم شروع میں دئیے ہوئے سوالوں کے جواب عرض کرتے ہیں۔ سُنئے۔ سوچئے اور خود فیصلہ کیجئے۔

سوال (۱) کیا کوئی خاص کتاب مبرّا از غلطی ماننے کے لائق ہے اور کیوں؟

جواب۔ پہلی دی ہوئی تشریح پر غور کرنے سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ وید بھگوان ہو یا قرآن شریف۔ شری گورو گرنتھ صاحب ہو یا انجیل شریف یا کوئی اور کتاب سب کی سب کتابیں کتابِ دِل کے چھوٹے چھوٹے باب ہیں۔ دل کی کتاب سے ہر روز نئی نئی کتابیں نقل ہو رہی ہیں۔ اور وُہ کتاب ہمیشہ ہی نئے نئے باب تحریر کراتی جائے گی۔ وُہ کتاب مکمل طور پر نہ نقل ہو سکنے والی کتاب ہے۔ اِنسان کا حق ہے کہ کاغذی کتاب میں ترمیم تنسیخ کرے۔ جیسے کہ مختلف شارحوں (سایَن آچاریہ۔ مہی دھر۔ سوامی دیانند مہاراج) نے ویدونکی رچاؤں کے مختلف بلکہ متضاد معنی نکالے۔ منوسمرتی وغیرہ کتب میں بعد کی ملاوٹ مانی جاتی ہے۔ معمولی کُتب اپنی بعد کی اشاعتوں میں مکمل بنتی جاتی ہیں۔ کتاب کی

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

یہ طاقت نہیں کہ من کی حرکتِ عقلی کو روک دے یا ٹھہرا سکے۔
کتاب میں مندرجہ چند خیالات کا تجربہ کرنے سے جب وُہ سچے اور مفید پائے جاتے ہیں تو لوگ ناسمجھی سے منطق کے اصولوں کو نظر انداز کر کے ساری کتاب کے خیالات کو سچے اور مفید سمجھنے لگ جاتے ہیں۔ شروع زمانہ میں جب کہ ابھی پریس کی ایجاد نہ ہوئی تھی اور کتابوں کا نقل کرنا کوئی آسان کام نہ تھا۔ کتابوں کو سنبھال کر رکھا جاتا تھا۔ سنبھال کر رکھنے کے خیال نے آہستہ آہستہ ترقی کر کے عزّت کی صورت اختیار کر لی۔ غیر منطقی ذہنیت نے سنبھال سے عزّت اور عزّت سے پرستش کی صورت پیدا کر لی۔ اور اب کئی جگہوں پر کئی لوگ ایسی متبرک کتابوں کو سردی کے موسم میں گرم کپڑے پہناتے ہیں اور گرمی کے موسم میں سرد کپڑوں میں ملبوس رکھتے ہیں۔ یہ بات ہماری چشم دیدہ ہے۔ اور آپ میں سے بعض بھی اس سے واقف ہوں گے۔
اسی طرح ایک انسان کے من میں چند صحیح اور نیک خیال اُترتے دیکھ کر اس جسم کو جس میں وُہ من رہتا ہے لوگ پوجنا شروع کر دیتے ہیں۔ اور ایسی پرستش ایک منطقی غلطی کی وجہ سے شروع ہوتی ہے۔ بعض دفعہ ایسی پرستش بڑی خرابی کا باعث بنتی ہے۔ جیسا کہ ایک فرقہ کے تپ دق کے بیمار گورو کی جھوٹی اشیاء بطور پرشاد کھلانے سے ہوئی۔ گو کہ آجکل اس فرقہ میں یہ رواج ترک کر دیا گیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ہر کتاب میں سچائی تو ہو سکتی ہے بلکہ ضرور ہوتی ہے مگر مکمل سچائی کبھی نہیں ہو سکتی۔ اسی بنا پر ہم بلا خوف تردید کہہ سکتے ہیں کہ کوئی کتاب بھی خاص طور پر کلہم درست ماننے کے لائق نہیں ہے جب تک کہ اس کی ہر بات تجربہ میں درست ثابت نہ ہو جائے۔ ہاں ایسی کتب میں درج شدہ تجربات سے فائدہ اُٹھایا جا سکتا ہے۔ اگر ان کے خیالات عملی دُنیا میں اگر درست نکلیں تو درست مانو۔ اگر غلط نکلیں تو غلط جان کر ہمیشہ کے لئے ترک کر دو۔ عقل کی آنکھ میں کتاب کا تنکا نہ پڑنے دو۔ ورنہ سچائی کا

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

پہاڑ چھُپ جائے گا۔ یہی راستہ آپ کو مذہبوں کے ملاپ کی منزل تک لے جائیگا۔ اگر ہر شخص اپنے مذہب کے خیالات کو عملی دُنیا میں تجربہ کر کے سچّا ثابت کئے بغیر سچّا منوانا چاہے تو مذاہب میں میل (ملاپ) نہ صرف مشکل ہے بلکہ مجبوراً ناممکن ماننا پڑے گا۔

سوال (۲۱) کیا کسی مہاتما یا نبی یا پیغمبر یا اوتار کا ماننا ضروری ہے اور کیا کسی خاص مہاتما یا نبی یا پیغمبر یا اوتار پر اکتفا کرنے سے مختلف دھرموں کے باہمی ملاپ میں رکاوٹ پیدا ہوتی ہے ؟

جواب - یہ امر ثابت کیا جا چکا ہے کہ انسان کے اندر خیالات کو جذب کرنے اور محسوس کرنے کے لئے دِل ایک اوزار سا لگا ہؤا ہے۔ مہاتما۔ نبی۔ پیغمبر۔ اوتار کے دِلوں میں خیالات اسی طرح اُترتے ہیں جس طرح کہ ہمارے دِل میں اُترتے ہیں۔ مگر خیال وہی سچّے کہلاتے ہیں جو عملی دُنیا میں سچّے ثابت ہوں۔ لہٰذا سچّائی کا رہنما عملی تجربہ کو ماننا واجب ہے نہ کہ کسی انسان کو۔ تجربہ کے دوران میں ہر ٹھوکر سچائی کی طرف اشارہ کی انگلی اُٹھاتی اور درست طرف کی رہنمائی کرتی ہے۔ اگر تجربہ کی جگہ کسی شخص کے فرمان کو دے دی جائے گی تو غلطی اور دھوکے کا امکان رہے گا۔ کسی بھی انسان کو خواہ وُہ کوئی ہو ماننا ضروری نہیں ہے۔ اور کسی شخص پر اکتفا کرنے سے دھوکے کا ہر وقت خطرہ لاحق رہیگا۔ اور اگر کوئی شخص کسی دُوسرے آدمی کو گورُو[۱] مانے ہوئے ہے۔ تو اس کے گورُو کی فضیلت قائم کرنے پر جھگڑا اور تکرار رہے گا۔ مزید براں ہر شخص جو گورُو کو سب کچھ مانتا ہے وُہ اپنے گورُو کو مکمل مانتا ہؤا اس کی تعریف کرتا ہے۔ تعریف میں ایک لطیف قسم کی بُرائی موجود ہے کیونکہ جب دو چیزوں کا مقابلہ کیا جائے تو کسی ایک کی دبے مُنہ مذمت کئے بغیر دُوسرے کی تعریف کرنا مشکل ہوتا ہے۔ اور عوام اپنے رہنما کی تعریف کرتے وقت نادانستہ طور پر دوسرے

---

[۱] گورُو کی حقیقت معلوم کرنے کے لئے ہمارا مضمون "تلاشِ مُرشد" ملاحظہ فرمائیے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

شخص کے ہادی کی مذمّت کا باعث بنتے ہیں اور آپ روزانہ ملاحظہ کر رہے ہیں کہ اسی ایک وجہ سے مختلف مذہبوں کے پیروکاروں میں ناراضگی ۔ گالی گلوچ ۔ دنگہ فساد اور لڑائی جھگڑے ہوتے ہیں ۔ گورو کو مکمل منوانے میں بھی خطرہ ہے ۔ اور یہ امر مذہبوں کے ملاپ میں سدِّ راہ ہے ۔ ہر شخص کو حق حاصل ہے کہ بزرگوں کے تجربات سے فائدہ اُٹھائے مگر کسی بھی بزرگ کے فرمان کو تجربہ کی بناء کے بغیر سچ ماننا اور منوانا خطرہ سے خالی نہیں ۔

سوال (۱۳) کیا مختلف دھرموں کے اپنے اپنے رسم و رواج اور سنسکار اور ودھی ودھان اِن دھرموں کے باہمی ملاپ میں سدِّ راہ ہیں ؟

جواب ۔ باوجود رسم و رواج میں اختلاف ہونے کے ہم نے ہندو اور مُسلم کی دوستی ۔ سکھ مسلم کی دوستی ۔ ان کا اکٹھا کھانا پینا دیکھا ہے ۔ بیاہ شادیوں میں شامل ہوتے دیکھا ہے ۔ مسلم کو مونچھ رکھتے اور ہندو کو مونچھ کٹواتے دیکھا ہے ۔ ہندو کو داڑھی رکھتے اور مسلم کو داڑھی صفاچٹ کراتے دیکھا ہے ۔ ایک دُوسرے کی رسم رسوم کو کسی حد تک مذہبوں کے ملاپ میں رکاوٹ سی معلوم ہو رہی ہیں تاہم اِس کے بند ڈھیلے سے ہو رہے ہیں ۔ اس رُکاوٹ کا دُور ہونا ذرا سی رواداری پر منحصر ہے ۔ اگر اسی طرح آپس میں برتاؤ بڑھتا جائے جیسا کہ اب رواج پڑ رہا ہے تو جلدی اس معاملہ میں مذاہب کی علیحدگی بے معنی سی ہو جائے گی ۔ یہ کام نوجوان بطریقِ احسن سرانجام دے سکتے ہیں ۔

سوال (۱۴) کیا انسانی عقل خود اور اکیلے طور پر باہمی ملاپ پیدا کرنے کے لئے کافی نہیں ہے ؟

جواب ۔ مذہب شے معقول ہے نامعقول نہیں ۔ بہت حد تک اکیلے عقل ہی مذہبوں میں ملاپ کے کام کو سرانجام کر سکتی ہے ۔ اگر عقل کے ساتھ تجربہ اور معراج امن کو شامل کر لیا جائے تو یہ نسخہ مذاہب کے ملاپ کے لئے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

تیر بہدف کا کام دیگا۔

سوال (۵) پاپ اور پُن کی فلاسفی کیا ہے؟

جواب - پُن پاپ کی فلاسفی ایک علیحدہ مضمون ہے۔ اس کی بُنیاد "ہر چہ بر خود میپسندی بر دیگراں میپسند" کے مقولے پر قائم ہے۔ اہلِ ہنود کے خاص حصّہ کو چھوڑ کر سب مذاہب نے پُن پاپ کی بنیاد اپنے رہنماؤں کے مقولوں پر رکھی ہوئی ہے جو غلط ہے۔ جب تک اس کی بنیاد ہادیوں کے فرمانوں پر رہے گی تب تک یہ اعتقاد بھی مذاہب کے باہمی ملاپ میں رُکاوٹ بنا رہیگا۔ نیائے (انصاف) کے اصول کی پابندی اور معقول پسندی ہی اس جھگڑے کو مٹا سکتے ہیں۔

سوال (۶) کیا کسی ملک کی ترقی اس ملک میں مختلف مذہب و دھرم ہوتے ہوئے بھی ہو سکتی ہے؟

جواب - یہ سوال بڑا اہم اور وقتی ضرورت کا ہے۔ یہ سوال مذہب سے اتنا تعلق نہیں رکھتا جتنا کہ مُلکی ترقی سے رکھتا ہے۔ ملکی ترقی روحانی مذاہب پر منحصر نہیں بلکہ سیاسی مذاہب پر منحصر ہے۔ ظاہری مثال آپ کے رُوبرو ہے۔ کانگرس میں سبھی مذاہب کے لوگ شامل ہیں۔ اور ملک نے کس قدر ترقی کر لی ہے۔ کئی صوبوں میں کانگرسی حکومتیں قائم ہو چکی ہیں۔ رُوحانی جستجو نے رُوحانی مذہب اور مُلکی ترقی کی خواہش نے کانگرس۔ سوشلسٹ۔ لیبر یونین۔ مُسلم لیگ جیسے سیاسی اور اقتصادی مذہب پیدا کر دئے۔ چونکہ مذہب اور ملکی ترقی ہر دو کے معراج مختلف ہیں۔ اس لئے ایک کا دخل دُوسرے میں نہیں اور نہ حقیقتاً اِن دونوں کا کوئی جھگڑا ہے۔ ایک ہی مقصد کی جب کئی انجمن ہا بن جائیں جن کے راستے حصول مقصد کے لئے مختلف ہوں تب اِن میں جھگڑے

لہ اِس کے متعلق ہمارا مضمون "گناہ کیا ہے؟" ملاحظہ فرمائیے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کی صورت پیدا ہو جاتی ہے۔ جب معراج مختلف ہوں تو کوئی جھگڑا نہیں رہتا جیسا کہ بازار میں پھرنے والے گاہکوں کے ہجوم کا ہر فرد الگ الگ اشیاء کے خریدنے کا الگ الگ مقصد رکھتا ہوا اپنے اپنے پسند کی چیز خرید کرتا ہوا ایک دوسرے سے لڑائی جھگڑا نہیں کرتا۔ روحانی مذاہب کا معراج امن۔ سیاسی مذاہب کا معراج حکومت اور اقتصادی مذاہب کا معراج روزگار ہے۔ لہٰذا مختلف روحانی مذاہب کے ہوتے ہوئے بھی ملک کا ترقی کرسکنا ممکن ہے۔

سوال (۷) کیا زبان کا ایک ہونا ملاپ کے لئے ضروری ہے؟

جواب ۔ روحانی مذاہب کا تعلق انسان کے اپنے دل کی اصلاح سے ہے۔ دوسرے شخص کے دل کی اصلاح سے اتنا تعلق نہیں ہے۔ اصلاح کے واسطے علم کا حاصل کرنا ضروری ہے۔ علم دینا لازمی نہیں ہے۔ علم یا خیال حاصل کرنے کے لئے رسم الخط یا زبان حارج نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ جس زبان میں لکھی ہوئی کتاب سے ہم چاہیں خیالات و واقفیت لے سکتے ہیں۔ اس لئے روحانی مذاہب کے ملاپ کے لئے زبان کا ایک ہونا لازمی نہیں البتہ خیال اور مقصد اور طریق کار کا ایک ہونا لازمی امر ہے۔ برخلاف اس کے سیاسی و اقتصادی مذاہب کا تعلق واحد انسان کے دل کے سنوارنے سے نہیں بلکہ مجمع۔ ملک یا قوم کو بدل دینے اور جماعت کو فرد واحد کی طرح کام کرنے کے لئے آمادہ کرنے سے ہے۔ اور مجمع جب تک ایک ہی زبان نہ سمجھتا ہو ایک وقت میں ایک ہی خیال سے نہ متاثر ہوگا اور نہ ہی فرد واحد کی طرح کام کرنے کے لئے تیار ہوگا۔ اس لئے سیاسی و اقتصادی مذاہب کے ملاپ کے واسطے زبان کا عام فہم اور ایک ہونا لازمی اور ضروری ہے۔ زبان تو لوگوں کے درمیان باہمی سمجھوتہ ہے یعنی سب کا متفق ہو جانا کہ فلاں چیز یا فلاں فعل کو ہم فلاں نام دیں گے۔ زبان آپس کے خیالات کو سمجھنے سمجھانے میں مدد دینے کا ذریعہ ہے۔ اور جو زبان ہم نہ سمجھتے ہوں یا جس کے ذریعہ

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

دُوسرے کو اپنے خیال سے اطلاع نہ دے سکیں یا دوسرے شخص پر اثر پیدا نہ کر سکیں وُہ زبان کسی ملک میں جہاں کے لوگ اِسے سمجھتے نہ ہوں مروّج رکھنے کے لائق نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ترکوں نے اپنے ملک میں عربی زبان کو چھوڑ کر ترکی زبان کو رائج کر دیا ہے۔ اور ہندوستان کے پولٹیکل رہنما بھی اسی کشمکش میں ہیں کہ سارے ہندوستان میں کم از کم ایک ایسی زبان کو رائج کیا جائے جسے ملک کے باشندوں کی زیادہ تعداد سمجھ سکے۔ سنسکرت۔ عربی۔ فارسی۔ اُردو۔ ہندی کے جھگڑے بے معنی اور فضول ہیں۔ کیونکہ ہمیں تو عام فہم زبان کو اپنانا ہے جس کے ذریعہ ہم ملک کے ملک کو فرد واحد کی طرح سوچنے سمجھنے کے لئے تیار کر سکیں۔

سوال (۸) وُہ کون سی تجویز یا تدبیر ہے جس کے اختیار کرنے سے تمام مذاہب کا ملاپ ہو سکتا ہے اور دُنیا میں سکھ اور آرام ہو سکتا ہے؟

جواب۔ مذہب اس طریق یا راستے کو کہتے ہیں جس پر چلنے سے سکھ اور آرام ملے اور دُکھ دُور ہو۔ اگر اس تعریف کو چھوڑ کر سکھ۔ ہندو مسلم عیسائی ناموں کو دھرم سمجھ لیا گیا تو ہم غلطی میں مبتلا ہو جائیں گے۔ ہم مسلم۔ عیسائی وغیرہ ناموں کے گروہوں کو دھرم ماننے کیلئے تیار نہیں ہیں۔ یہ تو آپس کے تفرقہ کے لیبل بنے ہوئے ہیں۔ یہ فرقہ بندی تو ملکی بدامنی تباہی اور بربادی کا موجب بن رہی ہے۔ تفصیلات میں جانے کی ضرورت نہیں اخبارات میں روزانہ ایسے واقعات کی خبریں نظر آتی ہیں جو مروجہ مذہب کے نام کی چیز سے نفرت دلاتی ہیں۔ یہی سبب ہے کہ نوجوان مذہب کے نام سے نفرت و حقارت کرنے لگ گئے ہیں حالانکہ مذہب کی رُوح محبّت ہے۔ اگر مذہب کی یہی بنیاد رہے جس پر کہ وُہ اس وقت بظاہر قائم نظر آتے ہیں تو ان میں ملاپ مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن سا دکھائی دیتا ہے۔ ملاپ وہاں ہوتا ہے جہاں ایک چیز اپنی ہستی کھو کر دُوسری سے مل کر نئی صورت پیدا کر دے یا اس میں جذب ہو جائے اور نئی پیدا شدہ چیز میں اپنی علیحدگی ظاہر نہ کرے۔ جیسے عناصر کے آپس کے ملاپ سے نباتات پیدا ہونے پر آگ پانی وغیرہ عناصر نظر

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

نہیں آتے بلکہ سبز چیز نظر آتی ہے جو عناصر سے غیر دکھلائی دیتی ہے یعنی وہاں عناصر اپنی الگ الگ ہستی کا اظہار نہیں کرتے۔ اسی طرح اگر ہم مذاہب کا ملاپ چاہتے ہیں تو سب مذہبوں کو اپنی ہستی مٹانی ہوگی۔ اور نئے مذہب کو ایسی واحد صورت میں آنا ہوگا جس میں سابقہ مذاہب کی کوئی بھی علیحدہ صورت دکھلائی نہ دے۔ اگر سابقہ نام کے مذاہب کو قائم رکھ کر اور ملاپ کر کے ایک مجموعہ مذاہب بنا یا گیا تو وہ ایک اضافہ ہوگا جو جھگڑے کو بجائے کم کرنے کے بڑھانے کا موجب ہوگا۔ سابقہ تجربہ بھی یہی بتاتا ہے کہ ہر مذہب اپنے سے پہلے مذہب کی درستی و اصلاح کے لئے قائم ہوا مگر بعد میں جھگڑے کو بڑھانے کا موجب بنا۔ جس طرح کہ جلسے میں نادان والنٹیر دوسروں کو "شور نہ کرو" کی ہدایت کرتے ہوئے خود شور کا باعث بنتے ہیں اِسی طرح امن کے علمبردار مذہب بد امنی کا باعث بن رہے ہیں۔ یہی سبب تھا کہ مہاتما ٹالسٹائی نے ایک سوسائٹی کو اپنے نام پر قائم ہونے سے روک دیا تھا۔

ناظرین! جب تک پہلے مکان کو اکھاڑ کر صاف نہ کر دیا جائے تب تک آپ اُسی زمین پر نیا مکان کس طرح تعمیر کر سکتے ہیں؟ اس خرابی کا علاج ملاپ میں نہیں ہے بلکہ مروجہ مذاہب کی جڑ تک پہنچ کر خرابی دُور کرنے میں ہے۔ جو شخص حقیقت کو جان جاتا ہے وُہ تمام مذاہب کی شریعت سے آزاد ہو جاتا ہے۔ ہر انسان کو اجازت ہونی چاہیئے اور یہ اس کا حق بھی ہے کہ جس مذہب۔ طریق یا راستے سے چاہے شانتی حاصل کرے۔ شانتی پانے کے بعد اُس کا فرض ہے کہ دریافت پر اُس راستے کا پتہ دیوے جس پر چل کر اُس نے شانتی پراپت کی ہے۔ ایسے رسیدہ شخص کو بھی یہ حق حاصل نہیں کہ وُہ کسی کو اُس راستہ کا خواہ مخواہ پتہ بتاتا پھرے جو اُس نے اپنی منزلِ مقصود پر پہنچنے کے لئے چُنا تھا۔ جب تک یہ معلوم نہ ہو کہ مسافر نے کدھر جانا ہے خواہ مخواہ اُسے لاہور کا راستہ ہی دکھلاتے رہنے کا خبط سہیڑ لینا کہاں کی عقلمندی ہے؟

اصل میں مذہب جھگڑے کا باعث نہیں ہے۔ مذہب کے ناموں کتابوں

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

شخصوں کی فضیلت کا منوانا اور اُن کی فضیلت کا ڈھنڈورا پیٹتے رہنا ہی جھگڑے کی بنیاد قائم کرتا ہے۔ مذہب کی سُوکھی ہڈیوں کو چھوڑ کر اُس کی رُوح کو اپنی توجہ کا مرکز بنانا واجب ہے ؂

امن و آشتی کے حصُول کے لئے چند امُور جو سارے مضمون کا نچوڑ ہیں اور جن کا ملحوظ رکھنا ضروری اور لازمی ہے یہ ہیں :۔

(۱) مذہب کا مقصد سُکھ اور آرام ہے اور اسی مقصد پر نگاہ گڑی رہے۔ کسی کتاب یا مذہب یا رہنما کی تعریف دگُن گانے، کو اپنے گلے کا ہار نہ بنایا جائے اور نہ ہی اپنی عقل کی آنکھ میں کسی انسان یا کتاب کے مبرّا از غلطی ہونے کے خیال کا تنکا پڑنے دیا جائے۔ آپ کو پیاس بجھانے سے غرض چاہیئے پانی خواہ رام کے کنوئیں سے ملے خواہ رحیم کے کنوئیں سے ملے۔ رام کے کنوئیں کی یا رحیم کے کنوئیں کی تعریف کرتے رہنا اور خود پیاسے مرتے رہنا کہاں کی دانائی ہے ؟ یا بے پیاس کے مُنہ میں جبراً پانی ڈالتے رہنا کہاں کی محبّت ہے؟ آپ اپنا رویہ اُس کمہاری کا سامت رکھیں جو اپنے ہی برتنوں کو سراہتی رہتی ہے بلکہ اُس گاہک کا سا رکھیں جو اپنے پسند کا برتن جہاں سے ملے خریدتا ہُوا کمہاری سے سروکار نہیں رکھتا ؂

جو امر متذکرہ صدر مقصد کو پُورا نہ کرے اُسے مذہب سے خارج قرار دیا جائے۔ مذہبی جنونیوں کا ساتھ ہمیشہ کے لئے چھوڑ دیا جائے۔ اُن کے کسی بھی غیر معقول فعل کی تعریف نہ کی جائے بلکہ غیر معقول افعال اور خیالات کے متعلق اپنی اختلافی رائے کا اظہار کرتے ہوئے پُرزور مذمت کیجائے۔

(۲) ہر شخص کو حق حاصل ہو کہ جو مذہب چاہے اختیار کرے۔ کسی کو شفیع[۱] مانے یا نہ مانے۔ کسی کتاب کو الہامی مانے یا نہ مانے۔ خُدا[۲] کو مانے یا

[۱] اس کے متعلق ہمارا مضمون "تلاش مرشد" ملاحظہ فرمائیے۔ [۲] اس کے متعلق ہمارا مضمون "ایشور کیا ہے اور اس سے ہمارا کیا تعلق ہے" ملاحظہ فرمائیے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

نہ مانے۔ کسی کا اپنے تبادلۂ مذہب کے متعلق پبلک اعلان کرنا ہی کافی ہونا چاہیئے
مذہب تبدیل کرتے وقت کوئی رسم رسوم ادا نہ ہونی چاہئیں۔ مطلب یہ کہ تبلیغ
و شدھی بند کر دی جائیں۔ رُوحانی مذہب میں تبلیغ یا پرچار کوئی معنی نہیں
رکھتے۔ رُوحانی مذہب تو اپنے دل کو صیقل کرنے اور مجلا کرنے کا نام ہے۔
تبلیغ صرف سیاسی اور اقتصادی مذہب میں جائز و بامعنی ہے۔ وہاں بھی
جبر و تشدّد باعثِ بدامنی ہوتا ہے۔ ہر شخص کو حق حاصل ہونا چاہیئے کہ اپنے
سماجک خیالات کا پرچار کر کے اقلیت کو اکثریت میں تبدیل کرے۔ مگر یہ حق
نہیں کہ تلوار پکڑ کر دُوسروں کو بزور ہمخیال بناوے۔ ناواقفیت دُور کرنا
ہمارا فرض ہو نہ کہ اپنے خیالات جبراً ٹھونسنا +

(۳) ہر چہ بر خود مپسندی بر دیگراں مپسند۔ جو بات آپ اپنے لئے پسند
نہیں کرتے ہو۔ اسے دُوسروں کے لئے بھی پسند مت کرو۔ یہ ایک اعلےٰ اخلاقی
معیار ہے جسے دستور العمل بنا لینے سے قریباً سب جھگڑے مٹ سکتے ہیں۔
ہمارا فرضِ مقدم یہ ہونا چاہیئے کہ ہم دُنیا کو خوش کُن صورت میں ڈھالیں نہ
کہ نفرت انگیز منظر پیدا کریں +

(۴) خود محنت سے کمائیں۔ کسی سے کچھ نہ چھینیں اور نہ دھوکہ سے لیں
کیونکہ اس سے محنت کرنے والا اپنی محنت کا معاوضہ نہیں پاتا۔ اور ایسی
صورت دیکھ کر وُہ خود دُوسروں کو کسی نہ کسی طرح اُن کی کمائی سے محروم کرنے
کے طریق سوچتا ہؤا بدامنی کا باعث بنتا ہے۔ ہر شخص کو زندہ رہنے کی اجازت
دی جائے۔ جو پیشہ وُہ خود چاہے اُسے اختیار کرنے کی اجازت دی جائے۔
کسی پیشہ کی وجہ سے اس سے نفرت نہ کی جائے۔ جو کچھ وُہ محنت اور تکلیف
سے اکٹھا کرے اُس سے چھینا نہ جائے بلکہ محنت کا میٹھا پھل اُسے ہی ملنا
چاہیئے جس نے کہ محنت کی ہے۔ جو دُولت آرام دہ نہ ہو اُسے تیاگ دیا
جائے اور ایسے طریق پر تیاگی جائے کہ دُوسروں کے لئے وُہ آرام دِہ بن

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جائے۔ اس سے اپنے من کو بھی شانتی ملتی ہے ؛

(۵) کسی زندہ جسم کو تکلیف نہ دی جائے۔ ہر زندہ جسم ایک ساحساس ہے جو تکلیف پا کر تکلیف دینے والے کو اس تکلیف کا احساس کرانے کے لئے تکلیف دیتا ہے اور اس عمل سے بدامنی پیدا ہوتی ہے ؛

(۶) تعلیم رُوح کی خوراک ہے جس سے وہ جوان ہوتی ہے۔ تعلیم کا حاصل کرنا خوراک سے بھی زیادہ ضروری قرار دیا جائے۔ دِل کے بدلنے سے ہی بدلتا ہے آدمی؛ اور دِل تعلیم و تدریس سے ہی بدلتا ہے ؛

(۷) فیشن کی دلدادگی دُور کی جائے۔ اول ضروریات پر بعد میں فیشن پر نظر رہے۔ ضروریات کو فیشن پر قربان کرنا اپنے لئے مصیبتوں کا پیدا کرنا ہے۔ اخراجات کو کم کیا جائے تاکہ حصولِ معاش کے میدان میں مقابلہ کی سپرٹ کم ہو جائے۔ مقابلہ کے میدان میں دُنیا بے حال ہو رہی ہے ؛

(۸) کبھی بھول کر بھی کسی کی بے عزتی کا باعث نہ بنا جائے ؛

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کواوپریشن

ایک روز ایک زمیندار اپنا ٹائم پیس گھڑی ساز کے پاس لایا۔ وُہ بند تھا۔ گھڑی ساز نے کھولا۔ دیکھا کہ ایک چیز دو گراریوں کے درمیان اٹکی ہوئی ہے جس نے گھڑی کو چلنے سے روک رکھا ہے۔ اس نے اس چیز کو نکال باہر کیا۔ گھڑی چل پڑی۔ زمیندار اُسے واپس لے کر چلتا ہوُا۔ گھڑی ساز ایک اور گھڑی کی مرمّت میں مصروف ہوُا۔ دریافت پر اُس نے بتلایا۔ کہ اِس میں یہ خرابی ہے کہ دو گراریوں کے دندانے آپس میں بالمقابل آکر اڑ گئے۔ مالک نے فنر پر زور دیا۔ دندانے ایک دُوسرے میں نہ پھنسے بلکہ ایک گراری کا دندانہ دُوسری گراری کے دندانے کے بالمقابل آ گیا اور وُہ ٹوٹ گئے۔ دونوں گراریاں ناکارہ ہو گئی ہیں۔ پاس ہی گھڑی ساز کا بچہ قابلِ مرمت کلاک سے کھیل رہا تھا۔ اتفاق سے فنر کا کُتا اپنی جگہ سے ہِل گیا۔ فر سے فنر کھُلا اور بچّے کا ہاتھ لہُو لُہان ہو گیا ؂

اِنسانی جسم بھی گھڑی ہی کی طرح کی ایک مشینری ہے۔ جب ٹانگ ٹوٹتی ہے تو انسان کا سارا کاروبار رُک جاتا ہے۔ آنکھ پھوٹتی ہے تو عالمِ الوان کی سَیر سے اِنسان محروم ہو جاتا ہے۔ دوستو! صرف یہ انسانی جسم ہی گھڑی کی مانند نہیں بلکہ جب آپ بہ نظرِ غور دُنیا کو دیکھیں گے تو آپ ایک گھرانے کو بھی گھڑی کی مانند پائیں گے جس کے افراد پُرزوں کی طرح مل کر کام کرتے ہیں۔ اگر افراد گھڑی کے پرزوں کی طرح تعاون سے کام نہیں کرتے بلکہ گراری کے دندانوں کی طرح ایک دُوسرے کے مقابل ہوتے ہیں۔ یعنی ایک

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فرد دُوسرے فرد سے تعاون نہیں کرتا تو وُہ گھرانہ اُس گھڑی کی طرح برباد ہو جاتا ہے جس کا ذکر اُوپر کیا گیا ہے ؛

جس طرح گھرانہ تھوڑے پرزوں کی مشینری ہے اُسی طرح مجلسی گروہ۔ مذہبی گروہ۔ قوم بھی ایک طرح کی زیادہ پُرزوں کی مشینری ہی ہیں جن کے افراد پرزوں کی طرح کام کرتے ہیں۔ اگر ان میں ہل ورتن ہے تو کام ٹھیک طرح سے ہو گا۔ ورنہ ایک فرد دُوسرے کی تباہی کا باعث بنتا رہیگا۔

دُنیا میں ایک وقت ایسا آیا کہ اس میں تعاون گھٹ گیا۔ آپا دھاپی شروع ہو گئی۔ سرمایہ دار نے سفلی جذبات کے ماتحت ہٹے ہوئے گُٹنے والے فنر کی طرح بے تحاشا چلنا اور زر اکٹھا کرنا شروع کر دیا اور سرمایہ داری فنر کی سی اس بے تحاشا دوڑ کی وجہ سے طبقۂ غرُبا کے پُرزے ٹُوٹنے لگے۔ چونکہ وُہ پُرزے مُردہ مشینری کے نہ تھے بلکہ انسانی افراد سے مشتمل تھے اس لئے دماغ نے اِس سرمایہ داری کی بے تحاشا دوڑ پر غور کیا۔ اور سابقہ اصولوں سے مختلف اصول وضع کئے جن میں سے ایک اشتراکیت کا اصُول بھی ہے۔ اشتراکیت کے واسطے کئی راہیں کمیونزم۔ فیسی ازم۔ کواوپریشن قائم ہوئیں۔

شروع شروع میں ہر فرد اپنے آپ کو دُوسری دُنیا سے علیحدہ سمجھتا تھا۔ پھر جب شادی کی وجہ سے خاندان قائم ہوئے تو اس کے افراد گھڑی کی طرح فردِ واحد کی مانند کام کرنے لگے۔ اور خاندان کے ممبروں کو پُرزوں کی طرح ہل کر کام کرنا پڑا۔ اِس کے بعد قومیں بنیں۔ باوجودیکہ قومیں بن گئیں۔ پھر بھی ملک ملک کی قوم نے اپنے آپ کو علیحدہ علیحدہ مانے رکھا۔ جس طرح کہ ایک گھڑی دُوسری گھڑی سے علیحدہ ہوتی ہے یعنی مکان میں اپنے آپ کو علیحدہ علیحدہ سمجھے رکھا۔ مگر آج یہ بالکل صاف نظر آرہا ہے کہ تقسیم مکان و زمان بھی مِٹ رہی ہے۔ ریل اور ہوائی جہاز نے ساری دُنیا کو ایک شہر سا بنا

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

دیا ہے۔ ہوائی جہاز کی موجودگی میں ہندوستان۔ جاپان اور انگلستان ایک ہی شہر کے مختلف محلّوں کی صورت نظر آتے ہیں۔ ہندوستان سے جاپان جانا ایسا ہو گیا ہے جیسے اوکاڑہ کے بلاک اے سے بلاک ایف میں جانا۔

ٹیلیفون اور ریڈیو نے بڑے بڑے فاصلہ پر واقع شہروں کی دُوری کو مٹا دیا ہے۔ انگلستان میں بیٹھا ہوا ایک بیوپاری ہندوستان میں بیٹھے ہوئے جنٹلمین سے اِس طرح باتیں کرتا ہے گویا کہ دونوں ایک ہی مکان کے مختلف کمروں میں بیٹھے ہوئے باتیں کر رہے ہوں۔ ٹیلیویژن کی ایجاد نے انسانوں کو باوجود دُوری کے ایک دوسرے کے چہرے دِکھا دِئے ہیں اور جلد ہی یہ ایجاد دُنیا کو حیران کرنے والی ہے۔

اِن ایجادوں نے زمان و مکان کی دُوری کو کم کر دیا ہے۔ دُنیا ایک شہر کی مانند بن رہی ہے۔ اور ساکنانِ ارض ایک کنبہ بن گئے ہیں بلکہ اب حالت یہ ہو رہی ہے کہ جس طرح ستار کی بڑی تار کو ہلانے سے چھوٹی تاریں خود بخود آواز دیتی ہیں اُسی طرح ایک قوم میں ہلچل پیدا ہونے سے دُنیا کی ساری قوموں میں ہلچل مچ جاتی ہے اور ساری دُنیا کے کاروبار پر اثر پڑتا ہے۔ ایسی حالت اور ایسے وقت میں تعاون و امداد باہمی کی سخت ضرورت ہے تاکہ دُنیا کی گھڑی خوش اسلوبی سے اپنا کام کر سکے۔ ورنہ یہ پاش پاش ہو جائیگی جیسا کہ بین الاقوامی صورت حالات سے خدشہ[1] لگ رہا ہے۔ ایسے خطروں کو محسوس کر کے کچھ بھلے پُرشوں نے کو اوپریشن یا ہلورتن کی تحریک کو جنم دیا۔ چونکہ یہ تحریک سائنس کی بُنیاد (SCIENTIFIC BASIS) پر قائم کی گئی ہے اس لیئے ہندوستان نے اسے اپنایا۔ کئی سال سے یہ تحریک ہندوستان میں چل رہی ہے۔ اب تک اس تحریک میں کام کرنے والوں نے

---

[1] یہ مضمون لڑائی شروع ہونے سے پہلے کا لکھا ہوا ہے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

سرکاری زیرسرپرستی صرف بنکوں کا ہی کام کیا۔ اس لئے غلطی سے اس تحریک کا نام بھی بنکوں کی تحریک پڑ گیا۔

غیر محدود ذمہ واری کی انجمنوں میں غیر ذمہ وار ذہنیت کے کارکنوں نے خرابیاں پیدا کر دیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ یہ تحریک مدھم چال چل رہی ہے۔ مگر اس خرابی کی وجہ سے ہم شہری لوگوں کو مایوس نہیں ہونا چاہئے۔ ہمیں اس تحریک اور اس کے اصولوں سے زیادہ سے زیادہ واقفیت حاصل کرنی چاہئے۔ اور اس سے فائدہ اُٹھانا چاہئے۔ سرکار نے کواوپریشن ایکٹ (قانون) بنایا ہوا ہے اور اس کے ماتحت بہت سی رعایات دی گئی ہیں۔ ہمیں ان سے فائدہ اُٹھانا چاہئے۔ شہری لوگوں کو چاہئے کہ محدود ذمہ واری اور منافعہ قابلِ تقسیم کی انجمنیں بنائیں۔ یہ شہری لوگوں کی ذہنیت کے عین مطابق ہوتی ہیں۔ آپ ڈیریاں (دودھ وغیرہ مہیا کرنے کی انجمنیں) بنا سکتے ہیں۔ کواوپریٹو بجلی کمپنی بنا سکتے ہیں۔ اصلاح رسومات کی انجمن قائم کر سکتے ہیں۔ ماڈل ٹاؤن کی طرح کی کواوپریٹو بستیاں بسا سکتے ہیں۔

محکمہ کواوپریشن میں نادانستہ طور پر زمیندار اور غیر زمیندار کا تفرقہ پیدا ہو گیا ہے۔ اگر ہم شہری لوگ اس تحریک میں شامل ہو کر کام کریں اور فائدہ اُٹھاویں تو یہ تفرقہ بھی جلد مٹ سکتا ہے۔ یہ تحریک دُنیا میں امن[1] لانے کی خاطر جاری ہوئی ہے۔ آپ بھی اپنی استطاعت کے مطابق اس میں حصہ لیں۔ خود فیض پائیں اور دُوسروں کو فیضیاب کریں۔

مزدور اور سرمایہ دار مل کر کواوپریشن کے اصول کا ایک عالیشان اور حیران کُن محل کھڑا کر سکتے ہیں۔ اسی طرح اس تحریک کے کارکن امداد باہمی سے اخلاقی بلندیوں اور بھلائی اور امن کے سحر آگین منظر دکھلا سکیں گے۔ اور

[1] امن کے متعلق ہمارا مضمون "بھارت ورش میں شانتی کس طریقہ سے ہو سکتی ہے" ملاحظہ فرمائیں۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ایسے کام آپ ہی کی امداد اور عمل کے منتظر ہیں۔ کسان۔مزدور۔سرمایہ دار یا کمین، کسی کو بھی اس تحریک سے خارج کر کے ہم کوئی بھلائی کا کام نہیں کر سکیں گے ؞

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

گناہ کیا ہے؟

گناہ کیا ہے؟ اس کے اجزاء اور اس کی پہچان کیا ہے؟ کیا یہ ہر ایک کے اپنے خیالات یا محسوسات کی ہی چیز ہے؟ کیا ہر شخص کی ضمیر ہی اِس کی پہچان کی کسوٹی ہے؟ کیا کسی فعل کو گناہ قرار دینے میں ایشور پرماتما کا کوئی تعلق ہے؟ گناہ کیا ہے اس کے معلوم کرنے کے لئے کیا الہامی کتابوں پر اعتقاد لازمی ہے؟ ان لوگوں کے لئے جو ایشور کو نہیں مانتے پُن پاپ جانچنے کے لئے کیا کسوٹی ہے؟ کیا گناہ کیواسطے کوئی عالمگیر معیار مقرر کیا جا سکتا ہے؟

اکثر دیکھا گیا ہے کہ ایک ہی فعل ایک مذہب میں جائز دوسرے میں ناجائز۔ ایک میں گناہ دوسرے میں ثواب قرار پایا ہوا ہے جیسے پردہ۔ طلاق۔ نیوگ۔ گاؤکشی۔ خدا کے نام پر قتل حیوانات۔ جھٹکا۔ حلال وغیرہ کے متعلق مختلف مذہبوں کی رائے آپس میں نہیں ملتی۔ اِس اختلاف رائے کی وجہ سے دُنیا میں فساد اور کُشت و خون ہو رہے ہیں اور بے مذہبی اور دہریہ پن کی ذہنیت دن بدن بڑھ رہی ہے۔

شری سقراط کو زہر کا پیالہ پلایا گیا۔ حضرت مسیح کو مصلوب کیا گیا۔ منصور کو سُولی چڑھایا گیا۔ شری گورو گوبند سنگھ جی مہاراج کے چھوٹے چھوٹے بچوں کو دیوار میں چُن دیا گیا۔ گلیلیو جیسے سائنسدان کو ذلیل و خوار کیا گیا۔ یہی واقعات اور اسی قسم کے حالات کی طرف دھیان جانے کی وجہ سے اِنسان کے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

دل میں بار بار یہ سوال اُٹھتا ہے کہ پھر گناہ کیا ہے؟

مذاہب کے ہادیوں اور اخلاق کی تعلیم دینے والوں کے چند فرمان ہیں۔ جن کے ماتحت لوگ انسانی افعال کو گناہ یا ثواب کا نام دے دیتے ہیں۔ ہر شخص اپنے ہادی کے فرمان کو ہی درست کہتا ہوا دوسرے مذہب کے ہادی کے فرمان ماننے والوں سے اپنی مانی ہوئی بات درست و صحیح منوانے کی غرض سے لڑتا جھگڑتا ہے بلکہ کُشت و خون سے بھی پرہیز نہیں کرتا۔

اگر اس طرح ان پہلے لکھے ہوئے فرمانوں یا حکموں کو گناہ و ثواب کیلئے سند مانا جائے تو مختلف رہنماؤں میں اختلاف رائے ہونے کی وجہ سے کوئی یقینی بنیاد ہمارے ہاتھ نہیں آتی جس پر کھڑے ہو کر ہم گناہ اور ثواب میں تمیز کر سکیں۔ یہی وجہ ہے کہ دن بدن خرابی بڑھ رہی ہے۔

بنیاد کی تلاش اور اُس کے صحیح ہونے کا ثبوت بذریعہ دلائل ہی فلسفہ کہلاتا ہے۔ فلسفہ کو بیان کرنے کے لئے باریکیوں میں جانا پڑتا ہے اور تصویر کو مکمل کرنے کے لئے کافی مشاہدہ۔ تجربہ اور سوچ کی ضرورت ہوتی ہے۔ ہم نے جس پہلو سے اس فلسفہ کو سمجھا ہے وہ آپ کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔ یہ مضمون اس فلسفہ کو ہر پہلو سے سمجھانے کے لئے نہیں لکھا گیا۔ یہ صرف ایک پہلو کو سمجھا دیگا۔ باقی پہلوؤں کو آپ خود سمجھنے کی کوشش کریں۔ مشاہدہ تجربہ اور دماغ سوزی سے آپ مکمل حل پا جائیں گے۔

غور سے پڑھئے۔ قبل اس کے کہ ہم سیدھے سادے الفاظ میں بتلا دیں کہ گناہ کیا ہے ہم ایک خاص سمت میں آپ کا دھیان لے جانا چاہتے ہیں جہاں کہ اس سوال کے جواب کے ملنے کی توقع ہے۔ ہم چند مثالیں پیش کرتے ہیں۔ جن سے سوال صاف ہو جائیگا۔ آپ اس پر غور کیجئے۔ اپنے اندر سوالات

؎ اس کے متعلق ہمارا مضمون "مختلف مذہبوں کا ملاپ کس طرح ہو سکتا ہے" ملاحظہ فرمائیں

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

پیدا ہو لے دیجئے۔ ان کے مختلف حل سوچئے اور پھر نتائج اخذ کیجئے ۔
ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ بُدھ بھگوان نے بھیڑ بکریوں کے ایک ریوڑ کو کڑکتی دھوپ میں جاتے دیکھا۔ گڈریہ سے دریافت کرنے پر انہیں معلوم ہوا کہ وُہ ریوڑ قربان گاہ کو لے جا رہا ہے۔ مہاتما بدھ ساتھ ہو لئے۔ ایک مندر میں پہنچے۔ دیکھا کہ ہجوم جمع ہے۔ ایک بکرا بندھا ہے۔ ایک شخص کلہاڑا لئے کھڑا ہے اور دیوتا کے نام پر قربانی[1] کے خیال سے بکرے کی گردن پر چلانے والا ہے۔ مہاتما شانتی سے آگے بڑھے۔ بکرے کی گردن کو اپنے ہاتھوں سے ڈھانپ لیا اور فرمایا کہ بکرے کی جان قیمتی چیز ہے۔ چاہو تو میری گردن کاٹ لو مگر بکرے کو قتل نہ ہونے دُونگا۔
دُوسری طرف ہم دیکھتے ہیں کہ جناب حضرت محمدؐ صاحب نے قربانی حیوان کو فرض قرار دیا ہے۔ ان کے پیرو ہر سال بقر عید کے موقعہ پہ سینکڑوں نہیں۔ ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں جانوروں کو خدا کے نام پہ خدا کو خوش کرنے کے لئے فرض سمجھ کر ذبح کرتے ہیں۔ ایک اور طرف ہم دیکھتے ہیں کہ شری کرشن بھگوان نے جیسا کہ روایت ہے شانت ارجن کو اُبھار کر لاکھوں انسانوں کے سر تن سے جُدا کرا دئے اور شری گورُو گوبند سنگھ جی مہاراج نے اپنے دستِ مبارک سے صفوں کی صفیں صاف کر دیں۔ ان امُور کے تذکرہ کے لئے مجھے معافی دی جائے کیونکہ یہ صرف مذہبوں کی اختلاف خیالی ظاہر کرنے کے لئے بیان کئے گئے ہیں۔ اس سے کوئی اور امر مقصود نہیں۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کس بزرگ کا فعل گناہ تھا اور کس کا ثواب؟ فیصلہ کرنا مشکل ہے۔ ڈاکوُ کی کٹار۔ ڈاکٹر کا نشتر اور ارجن کی تلوار ایک ہی طرح کے کام کرتے ہیں جن کا نتیجہ "کسی کی جان جانا" ہے۔ مگر کیا یہ تینوں گنہگار ہیں؟ نہیں درستو نہیں۔ محض افعال کے نتیجہ کو بنیاد ٹھیرا کر فیصلہ کرنا درست نہیں۔ اب آپ پر بخوبی روشن ہو گیا ہے کہ

[1] قربانی کے معنی اپنے جسم۔ جذبات اور خیالات کی قربانی ہے نہ کہ دُوسرے کے جسم کو ذبح کرنا قربانی ہے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

قتلِ انسان یا قتلِ حیوان کے بارے میں بزرگانِ سلف کی رائے ایک نہ تھی۔ اسی طرح دُوسرے مسئلوں کے متعلق سمجھ لیجیے کہ ان کی رائے آپس میں نہیں ملتی تھی گویا کہ ہم کوئی پیمانہ یا معیار نہیں پاتے جس سے ہم جانچ سکیں کہ "گناہ کیا ہے"؟

بیرونی دُنیا۔ تواریخی واقعات اور الہامی کتابوں میں نظر کرنے سے ہمیں اس معمے کا کوئی سوائے آنے صحیح حل نہیں ملتا۔ اس لئے اب ہم آپ کی توجہ اِسطرف مبذول کراتے ہیں جہاں گُناہ کی جڑ موجود ہے۔ جسے دیکھ کر اور اس پر غور کر کے بلا حوالہ کتب مقدسہ اور بلا امداد غیری آپ خود بخود گُناہ کے بیج اور اس سے پیدا شُدہ درخت کو پہچان جائیں گے کہ یہ گُناہ ہے اور یہ ثواب ہ

آپ نے ضرور سنیما یا بولتی تصویروں کا تماشہ دیکھا ہوگا۔ جنہوں نے ایسا تماشہ نہیں دیکھا انہوں نے ضرور خواب کی دُنیا دیکھی ہوگی۔ جنہوں نے سنیما دیکھا ہے وُہ کسی کھیل یا کہانی کو اور جنہوں نے نہیں دیکھا وُہ اپنے کسی خواب کو دھیان میں لائیں۔

حضرت سیّد فرید جعفری مچھلی شہری ایڈیٹر رسالہ نیرنگ خیال لاہور نے ایک کہانی "بہار کی بھکارن" لکھی ہے۔ اس میں اُنہوں نے لکھا ہے کہ :-

"محمدؐ حسین کی دوکان کے پاس پہنچے تھے کہ عجیب نظارہ دیکھا۔ دوکان کے سامنے بے شمار لوگ جمع تھے بلکہ حلقہ بنائے ہوئے تھے۔ اور حلقہ میں ایک بھکارن نہایت سوز اور انتہائی پُر درد لحن میں گا رہی تھی۔ میں ٹھٹک گیا۔ واسع بھائی نے کہنی ماری لیکن بھکارن کی آواز میں ایسا درد تھا اور ایسی کشش تھی کہ زمین نے میرے پیر پکڑ لئے"

"مولوی صاحب نے جو میرے پاس ہی کھڑے تھے فرمایا۔ یہ بھکارنیں ہی پٹنہ میں آوارگی پھیلاتی ہیں۔ لوگو ہٹو بھی۔ چلو اپنا کام دیکھو۔ میرے دِل پر ایک چوٹ لگی اور غم و غصہ سے مَیں بیتاب ہو گیا"۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

"ایک آواز آئی۔ "آخر مار نہ دی کٹار"۔ دوسری آواز آئی "پٹاخہ ہے پٹاخہ"۔
"بھکارن مجھے دیکھ رہی تھی اور میں اُسے دیکھ رہا تھا"۔
"یہاں تک کہ قلعہ کے سامنے والی شاہراہ کا کانسٹیبل اپنی ڈیوٹی چھوڑ کر ہمارے پاس آ گیا۔ تھوڑی دیر کے لئے تو وُہ سکتہ میں رہا۔ لیکن اُسے پھر اپنے فرض کا خیال آ ہی گیا۔ ڈنڈے پڑ رہے تھے۔ تڑا تڑ کی آوازیں آ رہی تھیں۔ لوگ بدحواس بھاگ رہے تھے اور تھوڑی دیر میں ہماری سڑک صاف تھی"۔
"یہ نظارہ بھکارن کا شکستہ قلب شائید برداشت نہ کر سکا۔ کیونکہ وُہ ایک آہِ جانگداز کا نعرہ لگاتے ہوئے گری اور بے ہوش ہو گئی"۔
"پھر مجمع کی طرف گھورا۔ اس کی بڑی بڑی آنکھوں سے شعلے نکلنے لگے۔ اور پھر اُن میں سے آنسوؤں کے قطرے اس طرح چھلکے اور زمین کے دامن میں جذب ہو گئے"۔

اب آپ اصلی واقعہ کی طرف غور کریں۔ ایک وقت تھا کہ فرید جعفری یکہ و تنہا بیٹھا۔ اُس کی آنکھیں بند تھیں۔ اُس نے محمد حسین کی دوکان دیکھی۔ وہاں عجیب نظارہ دیکھا۔ بے شمار لوگ دیکھے۔ بھکارن دیکھی۔ پُرسوز گانا سُنا۔ اور ٹھٹکا۔ اُسے واسع نے کہنی کی ضرب لگائی جو اُسے معلوم بھی نہ ہوئی۔ مولوی کی طعن سُنی۔ دِل پر چوٹ لگی۔ غم و غصہ کا جذبہ اُبھرا۔ مار نہ دی کٹار کی طعن بھری آواز کان پڑی۔ بھکارن کو اس نے اور بھکارن نے اُسے دیکھتے کو دیکھا۔ کانسٹیبل کو دیکھا۔ اُس کا غافل ہونا دیکھا۔ اُس کا سکتہ میں ہونا دیکھا۔ پھر ہوشیار ہوتے دیکھا۔ ڈنڈے چلنے کی حرکت دیکھی۔ تڑا تڑ کی آوازیں سُنیں۔ بدحواس لوگوں کو بھاگتے۔ بھکارن کو گرتے بیہوش ہوتے دیکھا۔ بھکارن کی چشموں سے شعلے نکلتے۔ آنسوؤں کے قطرے گرتے اور زمین میں اُن کے جذب ہونے کو دیکھا۔ مصنّف نے یہ سب کچھ واقعی دیکھا۔ اگر نہ دیکھا ہوتا تو کتاب میں کس طرح لکھتا۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

مصنّف کی آنکھیں تو بند تھیں اُس نے یہ سب کچھ کہاں دیکھا؟ کس نے دیکھا؟ یہ سب کچھ کس مادہ کا بنا ہؤا تھا؟ اور کہاں سے آیا تھا؟ ناظرین! وہاں تو فرید اکیلا موجود تھا بلکہ اُس کی چمڑے کی آنکھیں بھی بند تھیں۔ یہ کہہ کر کہ یہ قوّتِ متخیلہ کے کرشمے تھے اپنی سوچ کو بند نہ کیجئے بلکہ غور فرمایئے کہ جہاں یہ سب نظارہ تھا وہاں حقیقتاً فرید کا جسم بھی نہ تھا۔ وہاں فرید کی ذات کے سوائے دیگر کچھ نہیں تھا۔ فرید کی ذات نے ہی یہ نظارہ اپنی ذات کے مادہ سے پیدا کر کے اپنی ہی نظر کے سامنے کھڑا کیا تھا۔ گو اس میدان میں جو فرید کی اندرونی نظر کے سامنے تھا کچھ نہ تھا پھر بھی وہاں بے شمار انسان۔ بے شمار اشیاء۔ بے شمار جذبات دکھائی دیئے۔ مگر وُہ سب کچھ ماسوائے فرید کے اور کچھ نہ تھا۔ پُرسوز درد گانا گانے والی فرید ہی تو تھا۔ گانا بھی فرید ہی تھا۔ متاثر کرنے والا اور متاثر ہونے والا فرید کے سوائے اور کون تھا؟ کھنّی مارنے والا واسع نہ تھا بلکہ خود فرید ہی تھا۔ کھنّی کی ضرب کی پرواہ نہ کرنے والا بھی فرید ہی تھا۔ مولوی فرید۔ اس کی طعن فرید! مار نہ دی) کٹار کی آواز فرید۔ جس نے یہ آواز دی وُہ فرید۔ اس کے سُننے والا فرید۔ بھکارن فرید۔ فرید (ذاتِ فرید) خود فرید (عالم رویا کے جسمانی فرید) کو دیکھ رہا تھا۔ دیکھنے والا فرید۔ دکھائی دینے والا فرید۔ کانسٹیبل فرید۔ اس کی غفلت فرید۔ ڈنڈے فرید۔ تڑ اتڑ کی آواز فرید۔ بدحواس لوگوں کے جسم فرید۔ بھاگنا فرید۔ سڑک فرید۔ سڑک کا ہجوم سے خالی ہونا فرید۔ بھکارن گری تو وُہ فرید کا گرنا تھا۔ اس کا بے ہوش ہونا فرید کی ہی ایک شان تھی۔ بھکارن کا گھورنا فرید کا گھورنا تھا۔ اس کے آنسو فرید کی ذات کے مادہ ہی سے بنے تھے۔ زمین بھی فرید کی ذات کے سوائے اور کچھ نہ تھی۔ غرضیکہ وہاں سُنائی دینے والا (آواز) اور سُننے والا دکھائی دینے والا (کثرتِ اشیاء) اور دیکھنے والا۔ حرکت کرنے والا (ڈنڈہ

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

وغیرہ) اور حرکت دینے والا (ہاتھ)۔ مغموم ہونے والا (بھکارن کا دل) اور متاثر ہونے والا (عالم رویا کا) فرید سب کچھ عامل۔ عمل اور معمول فرید کی ذات ہی تھی۔ مولوی اور بھکارن گو وہاں دو نظر آتے تھے مگر ذاتِ فرید میں وہ واحد تھے جس طرح کہ پتے اور شاخیں بیج میں واحد ہوتے ہیں۔ جب تک (عالم تخیل یا رویا کے) فرید نے اپنی ذات میں علیحدگی اختیار نہ کی تھی تب تک بھکارن لاموجود تھی۔ نہ کوئی طعن دینے والا۔ نہ کوئی مطعون ہونے والا تھا۔ جوں ہی عالم رویا کے فرید نے اپنی ذات میں علیحدہ نمُوداری پائی توں ہی گناہ کرنے اور تکلیف پانے کی صفت اِس میں نمودار ہوگئی۔ جب تک خود سے خود علیحدہ نہ ہوا تھا یہ گناہ اُس میں نہ تھا ۔

اِسی طرح سپنے میں جب خواب بین کی ذات سے صُور متخیلہ نکلتیں اور مادی صورت میں نمودار ہوکر ایک دوسری سے علیحدگی اختیار کرتی ہیں۔ تب ہی (فرضی) علیحدگی (جب تک کہ خواب کا عالم قائم رہتا ہے) ان کے گناہ و ثواب کی بنیاد بنی رہتی ہے۔ ہمارا نہ جاگنا ہمیں گناہ و ثواب کے زیر اثر رکھ کر دُکھ سُکھ میں غلطان رکھتا ہے۔ اور بہشت و دوزخ کے چکر میں گھسیٹے رکھتا ہے۔ جب تک ہم خود شناس نہیں ہوتے تب تک گناہ سے بے آلود نہیں ہوتے
اِسی طرح سینما کے پردہ پر جو کچھ آتا ہے وہ محض کہانی لکھنے والے کا خیال ہوتا ہے جو پردہ سیمیں پر مختلف اداکار مادی صورت میں پیش کرتے ہیں۔ یہ سب کچھ ایک ہی ذات سے نکلی ہوئی صورتیں ہوتی ہیں جو ایک دوسرے سے علیحدگی اختیار کرتی ہوئی ایک دوسرے پر نیک و بد اثرات کا باعث ہوتی ہیں۔ جُدائی یا علیحدگی کا احساس گناہ کی اِبتدا ہے۔ قبضہ اس گناہ کی پختہ صورت کا دوسرا نام ہے۔ اور یہ گناہ سب گناہوں کی ماں ہے ۔

۱؎ آپ اس کہانی کی بجائے اپنی کسی پڑھی ہوئی کہانی کو جگہ دے کر سوچئے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

غور کیجئے کہیں سینمائی یا خوابی یا تصوّری دُنیا کی طرح یہ جاگرت جگت بھی بولتی مورتوں کا تماشہ ہی نہ ہو۔ جس طرح اداکار مصنّف کہانی کے خیال کو کھیل رہے ہوتے ہیں اسی طرح انسان و حیوان کسی مصنّف کے خیال کے کھیل کو کھیلنے والی پُتلیاں ہی نہ ہوں۔ انسان کی موت پر غور کرنے سے یہ بات سمجھ میں آجائے گی کہ وُہ زندگی میں کسی خیال کے کھیل کھیلنے کے لئے ایک پُتلی سے زیادہ کچھ نہیں ہوتا جیسا کہ کہا بھی گیا ہے "کاٹھ کی پُتلی کیا کرے بپُری کھلاون ہار رو جانے"۔

دُنیا ہے یا نہیں اس سوال سے ہمیں اس وقت کوئی سروکار نہیں۔ مگر ہم یہ کہے بغیر بھی نہیں رہ سکتے کہ اس کے حقیقی ہونے میں شک کی گنجائش ضرور ہے جیسا کہ مسمریزمی معمول باوجود کچھ بھی نہ ہونے کے سب کچھ دیکھتا اور کرتا ہے اور جب وُہ عامل کے اثر سے باہر ہوتا ہے اپنے دیکھے گئے کو غلط بتلاتا ہے۔ اسی طرح ممکن ہے جاگرت جگت دراصل سُپن جگت ہو۔ اور ذاتِ فرید میں (عالم رویا کے) فرید کی طرح اپنی ذات میں ہی موجود فی الخارج دکھائی دے رہا ہو۔ مگر باوجود سب کچھ غلط قرار دئے جانے کے خواب بین کی حقیقت کو ہم نیست نہیں کہہ سکتے بلکہ وُہ ہی حقیقی چیز ہے جس کی حقیقتِ ذاتی میں خواب کی غیر حقیقی اشیاء واقعی دکھائی دے رہی ہیں۔ پس اس سوال کے حل کی تلاش کی بھی یہی جگہ ہے یعنی انسان اور اس کی اندرونی دُنیا۔

جس نے اپنی حقیقت کو جان لیا وہ خواب بین کی طرح ہر چیز کو غیر دیکھتا ہوا بھی غیر نہیں جانتا۔ وُہ لالچ نہیں کرتا بلکہ سب کو اپنی ذات جانتا ہے۔ نہ وُہ کسی کو غیر سمجھتا ہے اور نہ کسی کی تکلیف کا باعث بنتا ہے۔ اسی لئے وُہ کسی گُناہ کا مرتکب بھی نہیں ہوتا۔ حقیقت کے جاننے والے کو گیانی یا عارف کہتے ہیں۔ پس اپنی حقیقت سے غفلت گُناہ کا پہلا قدم ہے اور جداگانہ قبضہ اس کی مادی صورت۔ یعنی جتنا جتنا ہم دوسروں کو اپنے سے غیر سمجھیں گے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ان سے دُور ہٹیں گے۔ نفرت کریں گے اُتنا اُتنا درجہ ہمارے گُناہ کا ہوگا۔
اگر ہم ظاہری دُنیا کو بوجہ شک نظرانداز کر دیں تو پھر ہمیں اس سوال کے جواب کے لیے اندرونی یا ذہنی دُنیا اور محسوسات کی دُنیا کی طرف ہی رجوع کرنا پڑے گا۔ ہمیں دیکھنا پڑیگا کہ کوئی فعل ہمارے من پر کیا اثر پیدا کرتا ہے تکلیف دِہ اثر کو ہم گُناہ کا نام دیں گے۔ ذرا صاف الفاظ میں ہم عرض کرنا چاہتے ہیں کہ جس بات کو ہم دُوسرے کے خلاف عمل میں لاتے ہوئے ثواب سمجھتے ہیں اگر ویسا ہی سلوک ہمارے ساتھ کیا جائے تب بھی ہم اسے ثواب سمجھیں تب تو وُہ ثواب ہو سکتا ہے ورنہ ہمارے ثواب کا خیال محض وہم و گُمان ہوگا۔ جینی دیویوں کو جلتی چِتا پر بٹھانے والوں کو کہیئے کہ وُہ خود زندہ جلتی چِتا میں بیٹھ کر پُن کے بھاگی بنیں۔ مذہبی اختلاف پر قتل کرنے والا کیا اپنے آپ کو ویسے ہی حالات میں چھُری کے نیچے آکر ایسے فعل کو ثواب سمجھنے کے لئے تیار ہے؟ سُرگ یا بہشت میں آرام کا لالچ دیکر لوگوں سے دھن دولت چھیننے والوں۔ دس دُنیا ستر آخر کے خیال کے پرچارکوں اگلی دُنیا میں اپسراؤں کے ملنے کا وعدہ دے کر بھینٹ لینے والے گوروؤں سے[1] کہیئے کہ وُہ اپنا سب کچھ غریبوں کو دان دے کر ثواب کے حقدار کیوں نہیں بنتے؟ عورتوں کو پردہ میں بند رکھنے والوں کو چاہیئے کہ ایک ماہ خود پردہ میں رہ کر پردہ میں رہنے کی خوبی کا اندازہ تو کریں۔ جانوروں کو ذبح کر کے روٹی کمانے والا کیا بھوکے بچوں کی ماں شیرنی کے پنجہ میں گرفتار ہو کر کیا بچوں کی بھوک دُور کرنے والی شیرنی کو ثواب کا حقدار سمجھیگا؟ حقیقت یہ ہے کہ لوگوں نے اُس ذاتِ پاک سے جس میں یہ دُنیا قائم ہے ناواقف رہ کر دُوسروں کو غیر سمجھتے ہوئے قتل کیا۔ لُوٹا کھسوٹا۔ تباہ و برباد کیا۔ اور یہی

[1] اس کے متعلق ہمارا مضمون 'تلاش مرشد' ملاحظہ فرمائیے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ناواقفیت گناہ ہے۔ غیریت کا خیال ہی قبضہ اور جبر کا محرک ہے۔ اور یہی علیحدگی۔ قبضہ یا جبر گناہ ہے ؛

اگر ہم اس نظریہ کو سامنے رکھیں تو ہم جملہ اعمال کو پُن پاپ کی ذیل میں چھانٹ سکیں گے۔ اور یہ بھی دیکھ سکیں گے کہ بعض اعمال نہ پاپ ہیں نہ پُن۔ جنیو چوٹی کا رکھنا نہ پاپ ہے نہ پُن۔ سر پر کیس دھارن کرنا نہ پاپ ہے نہ پُن۔ بغیر بیماری کے اور بغیر مشورہ ڈاکٹری بلا ضرورت ختنہ کرانا کو کسی کے خلاف گناہ نہیں ہے تاہم یہ جسم کا گناہ ضرور ہے۔ یہ فرمان کہ "حق پرایا نانکا اس سوّر اس گاؤ" بھی جبر کو ہی گناہ ٹھیراتا ہے۔ نفرت جُدائی پیدا کرتی ہے اسی لئے یہ گناہ ہے اور محبّت چونکہ ملاتی ہے اسلئے ثواب ہے۔ خود غرضی جُدائی کے خیال کے زیر اثر دُوسروں سے چھیننا یا قبضہ کرنا چاہتی ہے اس لئے گناہ ہے۔ اور تیاگ اسی بنا پر ثواب ہے۔ انصاف یعنی نصف نصف کرنا گو ایک طرح سے جُدائی پیدا کرتا ہے مگر باوجود علیحدگی پیدا کرنے کے پھر بھی یکسانیت اور برابری قائم رکھتا ہے۔ ایک حصہ کو دوسرے پر فوقیت نہیں دیتا اس لئے ثواب ہے۔ چونکہ باوجود جُدا کرنے کے برابری میں فرق نہیں لاتا اس لئے اس کا درجہ زیادہ ہے۔ زیادہ تشریح کرتے چلے جانا مضمون کو طول دینا ہے۔ آپ مزید تشریح از خود کیجئے اور اس کسوٹی پر جملہ صفات کو پرکھتے چلے جائیے۔ آپ خود بخود گناہ کی حقیقت سے شناسا ہو کر گناہ و ثواب کے سمجھنے میں آزاد ہو جائیں گے ؛

چند اصول جو اس ایک اصول پر مبنی ہیں بیان کرتے ہیں تاکہ آپ کا ذہن رسا ان سے مدد لے کر اپنے لئے خود فیصلہ کرنے میں مہارت حاصل کر لے ؛

اگر ہم دُوسرے شخص کی جائداد بلا اس کی رضامندی کے جس میں اُس کا فائدہ نہ ہو لینا چاہتے ہیں یا لیتے ہیں تو سمجھ لیں کہ ہم گناہ کی طرف قدم

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

بڑھا رہے ہیں اور گناہ کر رہے ہیں۔ اگر ہم دُوسرے کو بلا رضامندی اس کی نقصان کی نیت سے نقصان پہنچاتے ہیں تو ہم گناہ کے مرتکب ہوتے ہیں۔ اگر ہم اپنا خیال دوسرے پر ٹھونستے ہیں اور جبراً دُوسرے کے نقصان کی دھمکی دے کر۔ بزور شمشیر اپنی بات منواتے ہیں تو سمجھ لیں کہ ہم بڑا بھاری گناہ کر رہے ہیں۔ مذہبی جنون بھی لطیف قسم کا دلفریب خوشگوار گناہ ہے جو ہمیشہ فساد اور ناراضی کا باعث بنا رہتا ہے۔ ہم باادب درخواست کرتے ہیں کہ اس مذہبی جنون کے گناہ سے ہر دم خبردار رہیئے۔ کسی کو اپنے عقیدے کے ماننے کے لیئے بزور مجبور نہ کیجیئے اور نہ ہی اس پر کوئی ذہنی یا جسمانی دباؤ ڈالیئے۔ اگر آپ دُوسرے شخص کو اپنے عقیدے کا قائل کرنا چاہتے ہیں۔ تو تعلیم و تادیب۔ دلیل و تمثیل سے کام لیجیئے نہ کہ جبر سے ؛

اس مضمون کے نچوڑ کو سیدھے سادے الفاظ میں دوہرائے دیتے ہیں۔ اپنی حقیقت کو بھولنا اور دُوسرے کو غیر سمجھنا گناہ ہے اس سے خودی۔ خود غرضی وغیرہ گناہ پیدا ہوتے ہیں۔ جبر گناہ ہے اس سے حکومت پسندی عیش پرستی۔ آلس۔ چوری۔ ڈاکہ۔ دھوکا کاری۔ مذہبی جنون وغیرہ گناہوں کی پیدائش ہوتی ہے۔ قبضہ گناہ ہے جو ظلم و ستم۔ قتل و غارت کا باعث بنتا ہے۔ حتی الامکان ہم نے ناظرین کی خدمت میں سمجھ کی ایک روشنی پیش کر دی ہے جس کے اُجالے میں ایک پہلو سے آپ گناہ کو پہچان سکیں گے۔ بقایا کام کا انحصار آپ پر ہے ؛

اب چند سوالات جو اکثر عوام کے دلوں میں اٹھتے رہتے ہیں تحریر کیئے جاتے ہیں اور ساتھ ہی ساتھ ان کے جوابات بھی عرض کرتے ہیں۔ آپ ان جوابات پر غور کیجیئے۔ نکتہ چینی کیجیئے۔ اپنی نکتہ چینی کی روشنی میں اس مضمون کو دوبارہ پڑھیئے۔ سہ بارہ پڑھیئے مزید واقفیت ملے گی اور آپ خوش ہو جائیں گے ؛

سوال ۱۔ گناہ کیا ہے۔ اس کے اجزاء اور اس کی پہچان کیا ہے ؟

جواب ۔ دُوسرے کو اپنی حقیقت سے غیر جاننا۔ دُوسرے کے ذہن میں

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

خوف و ہراس پیدا کر کے اپنا مطلب نکالنا۔ دُوسرے کو مالی جسمانی نقصان پہنچانا۔ جس امر کو آپ اپنے لئے پسند نہیں کرتے وُہ دُوسرے پر روا رکھنا گناہ ہے؛

سوال ۲۔ کیا یہ ہر ایک کے اپنے خیالات یا محسوسات کی ہی چیز ہے؟

جواب۔ یہ ہر ایک کے صرف اپنے ہی خیالات کی کوئی چیز نہیں ہے۔ بلکہ یہ اس حقیقی اثر کی نہ کہ فرضی خیال کی چیز ہے جو ہمارے کسی فعل سے غیر پر یا دشمن پر پیدا ہوتا ہے۔ غیر ہستی خواہ دُوسرے کی ہو خواہ اپنی (جسم وغیرہ کی)

سوال ۳۔ کیا ہر شخص کی ضمیر ہی کافی کسوٹی نہیں ہے؟

جواب۔ ہر شخص کی اپنی ضمیر ہی کافی کسوٹی نہیں ہے البتہ اگر عامل اپنی ضمیر کے ساتھ معمول کی ضمیر کو شامل کرلے تو دونوں ضمیروں کا خیال ایک ہو کر کسوٹی کا کام دے سکتا ہے۔

سوال ۴۔ کیا کسی فعل کو گناہ قرار دینے میں ایشور پرماتما کا کوئی تعلق ہے؟

جواب۔ جو الفاظ کہے جائیں اُن کے وہی معنے لیجیے جنہیں کہ قلمبند کیا گیا ہے مغالطہ نہ کھائیے گا۔ پرماتما کا اِس میں کوئی تعلق نہیں ہے کیونکہ وہاں غیریت نہیں ہے۔ وُہ مکمل ہے۔ اسنگ (بے تعلق) ہے۔ غیر غیر کو گنہگار کرتا ہے۔ غیریت من میں پیدا ہوتی ہے۔ اس لئے اس میں صرف من کا تعلق ہے۔ اِس میں اپنے ہی خیالات اور اعمال کا عکس اُلٹ کر پڑتا ہوا غیریت پیدا کر کے گُناہ سے آلودہ ہوتا ہے۔ اسی لئے ہندو فلاسفی میں کرم کا پھل اٹل مانا گیا ہے اور من (انسان) ہی پھل کا بھوگتا ہوتا ہے؛

؎ ہمارا مضمون ایشور اور اس سے ہمارا تعلق ملاحظہ فرمائیے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

سوال ۵ - گُناہ کیا ہے ؟ اس کے معلوم کرنے کے لئے کیا الہامی کتابوں پر اعتقاد لازمی ہے ؟

جواب - اس کا جواب پانے کے لئے اپنی حقیقت سے آگاہی (خود شناسی) لازمی ہے مگر اس حالت کے طاری ہونے سے پہلے بزرگوں کے تجربات سے فائدہ اُٹھانا سعادتمندی میں داخل ہے - الہامی کتابیں بزرگوں کے تجربات کا ریکارڈ یا یادداشتیں ہی تو ہیں مگر ان کو ریکارڈ سے زیادہ اہمیت نہ دینی چاہیئے ورنہ آپ پر روشن ہے کہ اپنے ہی بزرگ کے فرمان کو مبرّا از غلطی سمجھ کر اُس پر دُوسروں کو چلنے کے لئے مجبور کرنا ہندوستان میں فساد کا باعث بن رہا ہے اور غلامی کی ذہنیت پیدا اور پختہ ہو رہی ہے ؛

سوال ۶ - ان لوگوں کے لئے جو ایشور نہیں مانتے پُن پاپ جانچنے کے لئے کیا کسوٹی ہے ؟

جواب - ایسے لوگوں کے لئے بہتر ہے کہ اپنے آپ کو دُوسروں کی حالت میں رکھ کر دُکھ درد - تکلیف اور نقصان کا اندازہ کریں اور محسوس کریں اور جو اثر اِس طرح اُن کے دل پر ہو اس سے نتیجہ نکالنا ہی اُن کے لئے کسوٹی ہے - اگر وُہ حالت اپنے لئے پسند کی جائے تو ثواب اور اگر ناپسند کی جائے تو گُناہ سمجھیں ؛

سوال ۷ - کیا گُناہ کے واسطے کوئی عالمگیر معیار مقرر کیا جا سکتا ہے ؟

جواب - گُناہ کی پہچان کے لئے کوئی عالمگیر بیرونی معیار مقرر نہیں کیا جا سکتا - البتہ کسی حد تک اِس مقولہ "ہرچہ بر خود مپسندی بر دیگراں مپسند" کو بہترین رہنما بنایا جا سکتا ہے ؛

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ایشور کیا ہے اور اُس سے ہمارا کیا تعلق ہے؟

(۱) کیا ایشور انسان کی طرح کوئی مجسم ہستی ہے۔ اگر ہے تو کہاں رہتی ہے۔ اگر نہیں تو پوجا میں وُہ کس طرح تصور میں آسکتا ہے؟ (۲) کیا یہ دُنیا ایشور نے بنائی۔ اگر نہیں بنائی تو سلسلۂ کائنات کس طرح چلتا ہے؟ (۳) اعمال کی سزا جزا کے معتقد کے لئے دُعا کرنے سے کیا حاصل؟ (۴) انسانی زندگی کا مقصد کیا ہے؟ (۵) جب آدمی کی مانسک اوستھا (ذہنی یا دماغی حالت) ایسی ہو کہ وُہ سُکھ دُکھ میں شانت (یکساں حال) رہ سکے اُسے ایشور کی کیا طلب؟ (۶) کیا یہ کافی نہیں کہ انسان خدا کی بجائے ایک نیک آدمی کی پیروی کرے اور اُس پر یقین لاکر ہر وقت اُس جیسا بننے کی کوشش کرے؟ (۷) کیا انسانی جیو یا رُوح یا آتما یا اپنا آپ خود ایشور ہے یا ہو سکتا ہے اور اس کے سوائے اور کوئی خدا نہیں ہے اور کس طرح؟

دُنیا میں یہ سوال ہر شخص کی زبان پر رہتا ہے کہ "ایشور کیا ہے اور اُس سے ہمارا تعلق کیا ہے"؟ ہندوستان میں یہ ایک ضروری مسئلہ بنا ہوا ہے اور ہر شخص اپنی سمجھ کے مطابق اس کا حل سوچتا رہتا ہے۔ نیز

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

دوسروں سے دریافت کرتا رہتا ہے۔ ہم بھی آج اپنی عقل اور سمجھ کے مطابق اِس سوال کا جواب لکھنے کے واسطے تیار ہوئے ہیں ؎

قبل اس کے کہ اس مضمون کے ضمنی سوالات کا جواب قلمبند کیا جائے ہم ایک خاص نقطۂ نگاہ ناظرین کی خدمت میں پیش کرنا چاہتے ہیں۔ جسے بخوبی ذہن نشین کر لینے سے ہمارے مافی الضمیر کے سمجھنے میں آسانی رہے گی۔

فرض کیجئے کہ بدن سنگھ نام کا ایک شخص آپ کے سامنے موجود ہے جب وہ اپنے متعلق گفتگو کرتا ہے۔ تو وہ کہتا ہے کہ میں نے یہ کیا "میں" نے وہ کیا۔ اگر اس کے ہاتھ پاؤں کسی طرح کٹ جائیں تو بھی وہ شخص اپنے متعلق وہی الفاظ استعمال کریگا۔ صحیح وسالم حالت اور اعضاء بُریدہ حالت میں یعنی دونوں حالتوں میں وہ اپنی "مَیں" یا اپنی ذات میں کوئی کمی نہیں پاتا اور آپ بھی اس کی دونوں حالتوں میں اسے بدن سنگھ ہی پکاریں گے۔ اس کے یہ معنی ہوئے کہ ہاتھ پاؤں کے کٹ جانے سے اس کی ذات یا "مَیں" میں کوئی کمی واقعہ نہیں ہوتی۔ مخاطب متکلم یا غائب جب بھی بات کریگا۔ اپنے لئے "میں" کا لفظ ہی استعمال کرے گا۔ اتنے بیان کے بعد پر ہم اصولی طور پر یہ کہنے میں حق بجانب ہوں گے کہ میری ذات میں یا میرے اپنے آپے میں اعضاء کے کٹ جانے سے کوئی کمی واقعہ نہیں ہو جاتی۔ اگر اسی بیان کو دوسرے الفاظ کا جامہ پہنایا جائے تو ہر شخص کہہ سکتا ہے کہ میں جسم نہیں ہوں بلکہ جسم سے غیر کوئی اور چیز ہوں۔ مزید وضاحت کے لئے ہم اسی بیان کو ایک اور طرح پر آپ کے ذہن رسا کے سامنے رکھنا چاہتے ہیں۔ کوئی چیز بغیر اٹھائے اٹھا نہیں کرتی۔ جسم پتھر کی مانند ایک وزن دار چیز ہے۔ آپ جب اوپر کی طرف چھلانگ لگا کر اسے پھاندتے ہیں۔ تو سوچیں کہ وہ کون امر ہے جو آپ کے دو من وزنی جسم کو اوپر اچھالتا ہے۔ جسم خود بخود تو اٹھ نہیں سکتا جیسا کہ سویا ہوا انسان یا مردہ جسم حرکت نہیں کرتا۔ اس سے صاف عیاں ہے کہ انسان کے اندر یا باہر کوئی امر ہے جو اپنا آپا ہے۔ اور جو جسم کو حرکت دیتا ہے۔ مگر وہ جسم نہیں بلکہ جسم سے کچھ غیر ہے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

البتہ جسم اس کی ملک اس کے قابو میں ضرور ہے۔ بیان مندرجہ صدر سے آپ پر کسی قدر روشن ہو گیا ہوگا کہ "میں" جسم نہیں ہے بلکہ جسم سے غیر کوئی امر ہے۔

آؤ! تا حد امکان اس موجود حقیقی کو جاننے کی کوشش کریں جس کی طرف لفظ "میں" اشارہ دیتا ہے آپ "میں" کے مشار الیہ کی طرف اپنا دھیان لگائیں۔ "میں" کے مشار الیہ کو پانے سے آپ سوال زیر غور کے ایک پہلو کو ہی نہیں بلکہ دونوں پہلوؤں کو جان جائیں گے۔ انسان کی تین حالتوں۔ بیداری۔ خواب اور موت پر غور کرنے اور مقابلہ کر کے نتیجہ اخذ کرنے سے آپ بلا کسی الجھن کے معلوم کر لیں گے کہ مردہ صرف مادہ ہے۔ خفتہ انسان ایک ایسا مادہ ہے جس میں حرکت بھی پائی جاتی ہے اور جاگتے ہوئے انسان میں مادہ اور حرکت کے علاوہ جاننا بھی پایا جاتا ہے۔ اور "میں" کی آواز صرف جاگتے ہوئے انسان میں اٹھتی ہے۔ خفتہ میں گو "میں" ہوتی ہے مگر اس کا اظہار خالی ہوتا ہے قائل نہیں ہوتا اس سے صاف ظاہر ہے کہ "میں" نہ (مادہ) جسم ہوں نہ حرکت ہوں بلکہ جانتا ہوں یا جاننے والا ہوں۔ کیونکہ جب تک انسان میں جاننا نہ پایا جائے وہ جیتا جاگتا نہیں کہلاتا۔

پھر جاگنے اور سونے (بیداری و خواب) کی حالتوں کا مقابلہ کیجئے بیداری میں ہمارے حواس کام کرتے ہیں اور جانتے ہیں۔ خواب کے وقت بیرونی حواس کام نہیں کرتے کیونکہ اس وقت ہم ان سے الگ ہوتے ہیں اور ان کو استعمال نہیں کرتے۔ خواب میں جب ہم حواس سے الگ ہوتے ہیں تو حواس بھی نہ کام کرتے اور نہ کچھ جانتے ہیں۔ اس طرح سے ہم پھر اس نتیجہ پر پہنچنے پر مجبور ہیں کہ "میں" حواس بھی نہیں ہے بلکہ حواس سے بالاتر ہے۔ بلکہ "میں" وہ امر ہے جو سونے میں حواس سے ایک طرح پر علیحدہ ہو جاتا ہے اور جس وجہ سے جسم بے حس یا صرف گوشت کا تودہ بن کر رہ جاتا ہے۔

پھر جب ہم گہری خواب (یا موت) میں جاتے ہیں اس وقت نہ بیداری کا جگت دیکھتے ہیں۔ نہ عالم رویا پاتے ہیں۔ ہمارے اندرونی اور بیرونی دونوں طرح

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کے حواس بیکار ہو جاتے ہیں۔ اس کا سبب یہ ہے کہ ہم اس وقت بیرونی اور اندرونی حواس سے تعلق چھوڑ دیتے ہیں۔ اور بے خبری کی حالت میں اپنے آرام میں سوتے ہیں۔ اس کے یہ معنی ہیں کہ ہم اندرونی حواس بھی نہیں بلکہ "میں" وہ وجود حقیقی ہے جو گہری خواب کے وقت یا بحالت زیر اثر کلوروفارم جسم، بیرونی حواس، اندرونی حواس سے تعلق قطع کر لیتا ہے یا الٹا ہوا گہری خواب کو چھوڑ کر تابتدریج حواس درونی اور حواس بیرونی کو ہوش بخشتا ہوا جسم کو متحرک کرنے کا سبب بنتا ہے ؛

گہری خواب میں ہماری یہ حالت ہوتی ہے کہ ہم بے خبر ہوتے ہیں مگر جب بیدار ہوتے ہیں تو ہم کہتے ہیں کہ ہم بے خبر ہو گئے تھے۔ یہاں سمجھنے کی بات یہ ہے کہ اگر سچ مچ ہم بے خبر ہو گئے تھے تو بے خبر ہونے کی خبر کس بنا پر دیتے ہیں کیونکہ ہم صرف اسی امر کا ذکر کر سکتے ہیں جسے ہم نے کسی نہ کسی طرح سے جان لیا ہو جس چیز کو ہم جانتے نہیں اس کا تذکرہ کر نہیں سکتے۔ ذرا اس حالت پر خود غور کریں۔ بے شک اس مضمون کا پڑھنا بند کر کے غور کریں کہ انسان بے خبر ہو جانے کی کیونکر خبر دیتا ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ گہری نیند میں "میں" بے خبری سے بھی خبردار تھا۔ بار بار ایک ہی طرح کے الفاظ استعمال کرنے کے ادبی سقم کو نظر انداز کر دیجئے ایسا کرنے کے لئے ہم مجبور ہیں۔ ذہن نشین فرما لیں کہ حقیقی انسان کبھی بے خبر ہوتا ہی نہیں ؛

مختلف حالتوں کو آپ کے پیش نظر کر کے ہم نے حتی الوسع ثابت کر دیا ہے کہ "میں" جسم نہیں۔ حواس بیرونی نہیں حواس اندرونی بھی نہیں بلکہ وہ ان سب میں رہ کر ان سب کو جانتی ہے۔ مزید براں بے خبری سے بھی خبردار رہتی ہے اگر سچ مچ آپ نے اس کتاب کو علیحدہ کر کے اپنے اندر "میں" کے مشار الیہ پر غور کیا ہے تو آپ جان گئے ہوں گے کہ وہ "میں" روپ۔ رنگ۔ دیکھ بھیکھ سے داغدار نہیں۔ بغیر آلات کے خواب کی دنیا رچتی ہے اور داتا اور بینا ہے ؛

اگر حواس نہ ہوں تو دنیا کو کوئی "ہے" نہیں کہیگا۔ سوچیئے! آنکھ۔ کان۔ زبان۔ جلد ناک نہ ہوں تو دنیا کس طرح "ہست" کہلا سکتی ہے۔ یہ دنیا حواس کا کھیل ہے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اور قبل ازیں یہ ملاحظہ ہو چکا ہے کہ حواس میری ذات کے بغیر کچھ نہیں کیونکہ جب تک میں حواس میں نہ آؤں وہ نفی ہوتے ہیں کام نہیں کرتے جیسا کہ بوقت خواب میرے حواس سے علاقہ توڑنے پر وہ معطل ہو جاتے ہیں۔ اس لئے یہ ماننے بغیر گذارہ نہیں کہ دنیا میری ذات سے اور میری ذات حقیقی میں قائم ہے۔ اور جسم اور من کی راہ سے اس "میں" کی پیدا کی ہوئی ہے جس طرح کہ رنگ آنکھ کی راہ سے پیدا ہوتے ہیں۔ اگر شک ہو کہ رنگ آنکھ کی راہ سے پیدا شدہ نہیں تو ذیل کی مثال پر غور کیجئے۔ فرض کیجئے اندھیری رات ہے آپ بند کمرہ میں موجود ہیں۔ آنکھیں کھلی ہیں اس وقت وہاں آپ اندھیرے کی سیاہی معلوم کرتے ہیں مگر اسی کمرہ میں اسی وقت، ایک بلی چوہے کے عضو عضو اور بال بال کو دیکھتی ہے اس کی حرکات سکنات کو دیکھتی ہے اور اس پر جھپٹتی ہوئی پکڑتی اور اپنی خوراک بناتی ہے۔ اگر وہاں حقیقی طور پر اندھیرا ہوتا (جس میں کچھ نظر نہیں آتا) تو بلی کس طرح چوہے اور اس کی حرکات کو دیکھتی۔ حقیقت یہ ہے کہ وہاں ایک چیز ہے جسے ہماری آنکھ نے سیاہی کی رنگت دی اور بلی کی آنکھ نے اسی چیز کو روشنی کی رنگت میں نمودار کیا۔ جس طرح ان آنکھوں نے اپنی بناوٹ کی وجہ سے ایک ہی چیز میں مختلف رنگ (سیاہی اور روشنی) دیکھے اسی طرح ہمارے حواس نے ایک ہی واحد ذات میں کائنات کو پیدا کر کے دکھایا ہے۔ باہر کی دنیا حق موجود نہیں ہے۔ اس کی حقیقت حقیقی نہیں ہے۔ اگر ہم چمڑے کا بٹوا ہاتھ میں لے لیں تو ہماری آنکھ چمڑے کے پار نہ دیکھتی ہوئی یہ نہیں بتلا سکتی کہ اس کے اندر کیا ہے خواہ ہم سورج کی طرف آنکھیں اٹھا کر بٹوے کو آنکھوں کے سامنے رکھ لیں مگر اس پر ایکس رے (شعاع رانجن) ڈالنے سے چمڑہ مادیت کے اندھیرے کو کھو کر اپنے اندر کی اشیاء کو ظاہر کر دیتا ہے اور بغیر بٹوا کھولنے کے ہم اس میں رکھی ہوئی نقدی کو گن سکتے ہیں۔ مادہ اور اس کی صورتیں یعنی کائنات ہماری حس کے گھمنے پن کا کھیل ہے اور پھر حواس ہماری ذات پر منحصر ہیں۔ ہماری ذات کے بغیر وہ کوئی معنی نہیں رکھتے۔ اسی لئے یہ کہا جاتا ہے کہ دنیا "میری" ذات یا "میں" نے پیدا

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

شدہ ہے۔ جس طرح ایک ہی چیز مختلف بناوٹ کی آنکھوں کے سامنے مختلف رنگوں میں نمودار ہوتی ہے۔ جس طرح اُلّو کا چمڑہ اندر رڑکی نقدی پر ہماری آنکھوں کے لئے پردہ ہے مگر ایکس رے کی آنکھ کے سامنے شیشہ ہے اسی طرح "اہم" کی آنکھ کے سامنے ایک ہی ذات انسانی جسم میں اپنی جھلک دکھاتی ہوئی جیو۔ اور برہمانڈی جسم (مایا) میں اپنی شان دکھلاتی ہوئی ایشور کہلاتی ہے ورنہ یہاں ذات واحد کے سوائے اور کچھ ہے ہی نہیں۔ تبھی تو اپنشد صدا بلند کرتی ہے کہ اوم کھل ودم برہم یقیناً یہ سب برہم ہی ہے۔ جس طرح ایکس رے کے سامنے مادہ اپنی مادیت کھو دیتا ہے۔ اسی طرح "میں" کے گیان کی روشنی کے سامنے دنیا اپنی رازداری کھو بیٹھتی ہے۔

ایک گمان یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ذات کام کرنے والی ہستی یعنی کرتا ہے۔ مگر ایسا نہیں ہے۔ وہ کرتی نہیں البتہ باقی رہتی ہے۔ گو زبان مزا پانے میں حرکت کرتی ہے مگر وہ خود مزا نہیں لیتی۔ بلکہ مزا تو ذات باقی ہے جو حرکت نہیں کرتی۔ اگر زبان کا لوتھڑا مزا پانے کی طاقت رکھتا ہوتا تو مُردہ کی زبان بھی مزا پاتی مگر ہم سب جانتے ہیں کہ مُردہ کی زبان مزے سے ناآشنا رہتی ہے۔ اسی طرح میری "ذات" اچل اور اکرتا ہے۔ جس طرح خواب کی دنیا حرکت میں ہوتی ہے مگر خواب بین بے حرکت اور قائم رہتا ہے اسی طرح میری ذات بیحرکت ہے اور کائنات میری ذات میں متحرک معلوم ہوتی ہے۔

یہ "میں" یا ذات یا اپنا آپا جسم حواس وغیرہ میں داخل یا مقید نہیں ہے بلکہ ایک بے پایاں سمندر ہے جس میں اجسام کے بلبلے اُٹھ رہے ہیں اور مٹ رہے ہیں۔ "میں" ایک لامحدود ہستی ہے مگر جس طرح سورج کی لامحدود روشنی آئینہ میں یا آئینہ کی راہ سے محدود دکھلائی دیتی ہے۔ اسی طرح ایک ہی "میں" یا ذات واحد جسم کے اندر انتہ کرن کے شیشہ میں جیو اور کائنات کے اندر برہمانڈی من کے شیشہ میں ایشور مفروض و متوہم ہو رہے ہیں۔ یہ سب کچھ تب ہی یقین ہوتا اور

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

بھرم مٹتا ہے جب مشاہدہ دلیل اور ابھیاس سے اپنے آپ کو جان لیا جائے اگر آپ کسی بزرگ کی سند چاہتے ہیں تو سری گورو تیغ بہادر جی کے فرمان پر غور فرمائیں جو یہ ہے ۔

"جن نانک بن آپا چینے مٹے نہ بھرم کی کائی"

سنت رین جی مہاراج نے بھی خوب کہا ہے :-

ڈھونڈھاں "تینوں" تے لبھاں "مینوں"   اسیں عجب حیران ہویا سے

ترجمہ ۔ اے ایشور میں تیری تلاش میں نکلا ۔ جب پایا تو متعجب و حیران ہوا کہ وہ "تو" نہ تھا "میں" تھا ۔ تبھی تو اپنشد تتوّمسی کہہ کر اور شاگرد سے اہم برہم اسمی کہلا کر تعلیم کا سلسلہ ختم کرتی ہے ۔ اشارہ میں سکھ گورو صاحبان نے بھی یہی فرمایا کہ :-

"ہومیں دیرگھ روگ ہے ۔ دارو بھی اس ماہنہ" جس کا مطلب یہ ہے کہ جو اہنکار (ملین اہنکار ۔ انا نما میں خودی) روگ ہے وہی اہنکار (شدھ اہنکار ۔ انا میں خودی) اُس روگ کے دُور کرنے کا دوا ہے ؛

اپنے آپے کی اتنی تشریح کے بعد ہم عنوان مضمون کے فوراً بعد دئے ہوئے سوالوں کا نمبروار جواب عرض کرتے ہیں ۔

سوال ۔ کیا ایشور انسان کی طرح کوئی مجسم ہستی ہے ۔ اگر ہے تو وہ کہاں رہتی ہے اگر نہیں تو پوجا میں وہ کس طرح تصوّر میں آ سکتا ہے ۔

جواب ۔ جب ہم "طوطے" کا لفظ سنتے ہیں تو ایک تصویر ہمارے ذہن کے سامنے پھرنے لگ جاتی ہے ۔ اور جب "محبت" کا لفظ ہمارے کان میں پڑتا ہے تو بھی کوئی نہ کوئی تصویر ہماری اندرونی نظر کے سامنے ہوتی ہے جس کی وجہ سے ہمارے اندر پریم کا جذبہ پیدا ہوتا ہے اور ہم اس جذبہ سے واقف ہو جاتے ہیں مگر جب "ایشور" کا لفظ سنائی دیتا ہے تو نہ وہ کوئی تصویر ہمارے سامنے پیش کرتا ہے اور نہ کوئی جذبہ خوف یا پریم کا ہم میں پیدا کرتا ہے ۔ ہمارے منہ میں لفظ ہی لفظ ہوتا ہے ۔ ہماری اندرونی یا بیرونی نظر کے سامنے کچھ بھی نہیں ہوتا جسے کہ ایشور کہا جا سکے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

لہذا ایشور انسان یا حیوان کی طرح کوئی محسوس ہستی نہیں ہے اور نہ محبت ڈر یا خوف کی طرح کا کوئی جذبہ ہے۔ البتہ وہ اچھائی۔ نیکی کا آدرش ہے۔ وہ کہیں باہر نہیں رہتا۔ وہ ہمارے من کی اُپج ہے۔ وہ پوجا میں ہمارے سامنے اس طرح نہیں آتا جس طرح کہ انسان آتا ہے۔ وہ اس طرح بھی تصوّر میں نہیں آتا جس طرح کہ رحم انصاف وغیرہ صفات تصوّر میں آتی ہیں۔ بلکہ وہ تو سب کی نفی کا باقی ہے وہ صرف اشارہ سے جانا جاتا ہے۔ تبھی ویدوں نے "نیتی نیتی" "یہ نہیں یہ نہیں" کی تعلیم سے شاگرد کو اشارہ دیا ہے۔

سوال۔ کیا یہ دنیا ایشور نے بنائی۔ اگر نہیں تو سلسلۂ کائنات کس طرح چلتا ہے۔

جواب۔ اگر آپ نے ہمارے ابتدائی مشرح بیان کو بخوبی سمجھ لیا ہے تو آپ جان گئے ہوں گے کہ جس طرح خواب کی دنیا ہماری ذات سے پیدا ہوتی ہے اسی طرح یہ کائنات ذات مطلق میں اُٹھی ہوئی ہے۔ جس طرح زندہ بیج انسان کی پیدائش کا خود ہی سبب ہے اور پھر وہ بیج ہی جوان انسان کی شان میں آیا ہوا خود ہی بیج کی پیدائش کا سبب بنتا ہے اسی طرح واحد زندگی خود ہی اجسام کی صورت میں نمودار ہوتی رہتی ہے۔ وہ خود ہی علت اور خود ہی معلول ہے کائنات کا سلسلہ ذات یا آتما کی شان یا سبھاؤ ہے۔ حق تو یہ ہے کہ یہاں سلسلہ کا کوئی سوال ہی نہیں اُٹھتا۔ "جیسا ہے ویسا ہے" اس کا مختصر اور صحیح جواب ہے۔

سوال۔ اعمال کی سزا جزا کے معتقد کے لئے دعا کرنے سے کیا حاصل؟

جواب۔ اعمال کی سزا جزا کا معتقد بُرے نتائج سے ڈرتا ہوا نیکی کی طرف راغب رہنا چاہتا ہے۔ اور دعا سے اسی نیکی کی یادداشت کو پختہ کرتا ہوا اسی نیکی کی طرف رہتا ہے۔ دعا معافی کا ذریعہ نہیں ہے۔ اسی معافی کے غلط خیال نے مذہبی جنونی پیدا کر رکھے ہیں۔ جنہوں نے ایشور کی معافی کی صفت کے وہم میں دنیا کا ناک میں دم کر رکھا ہے۔ اور یہی غلط خیال ہندوستان کو غافل بناتا ہوا اس کی ادھوگتی کا

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کا باعث بن رہا ہے دعا سے بُرے کرموں کا پھل مٹ نہیں جاتا البتہ بُرے کام پر پچھتاوے کے بعد ترک و توبہ کے خیال سے آئندہ کے لئے دل سے کی ہوئی دعا مشعل کا کام دے کر بُرائی چھوڑنے میں مدد دے سکتی ہے مگر کرم پھل کا ناش صرف خود شناسی سے ہی ہو سکتا ہے ؏

سوال۔ انسانی زندگی کا مقصد کیا ہے۔

جواب۔ انسانی زندگی کا مقصد اپنے آپ کو غیر محدود۔ لافانی جانتے ہوئے دکھ اور موت کے خوف کو دُور کرنا ہے اور یہ مقصد صرف خود شناسی سے حاصل ہوتا ہے۔ اس کے سوائے دوسرا کوئی ذریعہ نہیں ہے۔ اور نہ کوئی اور مقصد ہے

سوال۔ جس آدمی کی مانسک اوستھا (ذہنی یا دماغی) ایسی ہو کہ وہ سکھ دکھ (رنج راحت) میں شانت (یکساں حال) رہ سکے اسے ایشور کی کیا طلب ہے؟

جواب۔ جس آدمی کی مانسک اوستھا ایسی ہے کہ وہ سکھ دکھ میں کسی وجہ سے شانت رہ سکتا ہے تو وہی وجہ اس کے لئے ایشور ہے۔ اس کے لئے اس سے غیر کوئی ایشور نہیں کیوں کہ ایشور حاجت روائی کا منبع مانا گیا ہے اور وہ وجہ اس کی حاجت اور ضرورت کو دُور کر رہی ہے۔ اور یہی بات ہے کہ وہ ایشور کی طلب نہیں کرتا ؏

سوال[1]۔ کیا یہ کافی نہیں کہ انسان خدا کی بجائے ایک نیک آدمی کی پیروی کرے اور اس پر یقین لا کر ہر وقت اس جیسا بننے کی کوشش کرے؟

جواب۔ تجربہ بتلاتا ہے کہ بُرے آدمی نیکوں کا سوانگ بھر کر اپنے پیچھے لگنے والوں کو نقصان پہونچاتے ہیں۔ اخبارات کی خبریں اس کے لئے کافی ثبوت مہیا کرتی ہیں یا اس کے مشرح جواب کے لئے ہمارے دوسرے مضامین ملاحظہ فرمایئے۔ لہذا کسی جسمانی کو اپنا مکمل رہنما مان کر آتم سمرپن کرنا سخت ترین غلطی ہوگی۔ ہمیشہ اصول آدرش اور خاص تعلیم کو اپنا رہنما بنائیے۔ کسی انسان کو نیک سمجھ کر اس کی پیروی کرنے پر کچھ دیر بعد وہ اسی کو بے خطا سمجھنے لگ جائیگا۔

[1] اس کے متعلق ہمارے مضامین تلاش مرشد اور مورتی پوجا کا مطالعہ فرمایئے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اور بے خطا سمجھ لینے کے بعد یکطرفہ ہوتا ہُوا اس کے ہر ایک خیال کو خواہ وہ بُرا ہی کیوں نہ ہو درست سمجھتا ہُوا اس میں خود ڈھلنے کی کوشش کرے گا۔ اور نادانستہ خاص خاص خرابیاں اپنے میں پیدا کرلے گا۔ اس راستے پر چلنے والے کو ہر وقت آدرش سامنے رکھ کر خبردار رہنے کی ضرورت ہے؀

سوال - کیا انسانی جیو یا روح یا آتما یا اپنا آپ خود ایشور ہے یا ہو سکتا ہے اور اس کے سوائے اور کوئی خدا نہیں ہے اور کس طرح؟

جواب - اگر آپ نے ہمارے ابتدائی مشرح بیان کو ذہن میں بٹھلا لیا ہے - اور "میں" کے مشار الیہ کو جان لیا ہے تو آپ سے یہ امر پوشیدہ نہیں رہیگا کہ آتما ہی ایشور ہے اس کے سوائے کوئی اور ایشور نہیں ہو سکتا۔ اگر ذات کے بغیر کوئی اور ایشور ہوتا تو یہ اصول کبھی قایم نہ رہتا کہ اس قوم کی حالت کبھی نہیں بدلتی جسے نہ ہو خیال اپنی حالت کے بدلنے کا۔ یا خدا اُس کی مدد کرتا ہے جو اپنی مدد آپ کرتا ہے دراصل ان فقروں میں لطیف طور پر اپنے آپے کو ہی خدا کہا گیا ہے؀

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

مورتی پوجا

جس طرح سیاہ۔ سرخ۔ زرد وغیرہ حقیر رنگوں کو لے کر مصور ایک شاندار تصویر ہمارے سامنے پیش کر دیتا ہے اور کسی خاص خیال کو بڑی خوبی اور خوش اسلوبی سے ایک لفظ بھی لکھے یا بولے بغیر تصویری صورت میں بیان کر دیتا ہے اسی طرح ہمارے رشیوں نے چھوٹے چھوٹے خیالات کے حقیر اجزا کو بالترتیب اکٹھا کر کے ایک شاندار تعلیم کی عمارت تعمیر کر کے ہمیں ورثہ میں دی۔ اور وہ تعلیم مورتی پوجا ہے۔ مورتی پوجا اپنی جگہ بامعنی ہے اگر ہم یہ معلوم کرنا چاہیں کہ سمندر کا پانی کس چیز سے بنا ہے تو ہم بجائے سارے سمندر کے سارے پانی کو لینے کے اس سے ایک چلو بھر پانی علیحدہ کر کے نلکی میں ڈال کر اس میں بجلی کی رو دوڑاتے ہیں جس سے وہ پھٹ جاتا ہے اور ہم دیکھ لیتے ہیں کہ وہ ہائیڈروجن دو حصہ آکسیجن ایک حصہ سے مل کر بنا ہے جس سے $H^2 O^4$ کا فارمولا بن جاتا ہے اور پھر ہم کہہ سکتے ہیں کہ سمندر کا پانی بھی انہیں گیسوں کے اسی تناسب سے بنا ہے۔ یہ مثال ان کے لئے ہے جو سائنس جانتے ہیں۔ عام لوگوں کے لئے ہم یہ مثال پیش کرتے ہیں کہ سفید سفوف کی ایک بوری بھری ہوئی ہو اور ہم معلوم کرنا چاہئیں کہ وہ چیز کیا ہے تو ہم سارے کا سارا سفوف منہ میں نہیں ڈال لیتے بلکہ ایک چٹکی بھر کر منہ میں ڈالتے ہیں اور معلوم کر لیتے ہیں کہ وہ کھانڈ ہے۔ اور پھر ہمیں معلوم ہو جاتا ہے کہ ساری بوری کھانڈ سے بھری ہے۔ اسی طرح بزرگوں نے تحقیقات کے درست اصول پر کائنات کو ایشور سے بھرپور پایا۔ اور خود پانے کے بعد عوام کو سمجھانے کے لئے ایک چیز پر دھیان دلا کر ایشور کو اس میں رمے ہوئے ہونے کو دکھلایا۔ اور ہر ایک چیز میں دکھلانے کے بعد پھر کائنات

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

میں اس کا جلوہ دکھلایا۔ مگر چونکہ دھیان کسی ایسی چیز پر نہیں ٹھیرتا جس سے کراہیت پیدا ہو۔ اس لئے رشیوں نے خوبصورت مورتیوں کو آسرا۔ ذریعہ بنایا۔ اور اس تعلیم کو رائج کیا اگر اس عظیم الشان تعلیم سے ہم فائدہ نہ اٹھائیں تو اس میں بزرگوں کا کیا قصور رہا اگر اس کی حقیقت کو نہ سمجھ کر اس کی قدر و قیمت نہ جانیں بلکہ اُلٹے عمل کریں تو اس راہ کے دریافت کرنے والے کس طرح ملزم ٹھیرائے جا سکتے ہیں ؛

اگر آپ ان خیالات کو معمولی سمجھ کر نظر انداز کریں گے تو آپ مضمون کی روح سے ناآشنا رہیں گے۔ برخلاف اس کے اگر آپ ایک ایک لفظ اور ایک ایک فقرہ دھیان سے سنتے ہوئے ذہن میں ٹھہلاتے چلے جائیں گے تو یہ وعدہ دیا جا سکتا ہے کہ آپ مضمون کے خاتمہ پر پہنچکر یہ محسوس کریں گے کہ آپ نے مورتی پوجا کے متعلق بہت کچھ جان لیا ہے خاتمہ سے پہلے نہ خیال کو اِدھر اُدھر جانے دیجئے اور نہ ہی اپنی رائے کو فی الحال دخل دینے دیجئے خاتمہ پر پہنچکر جو جی میں آوے رائے قائم کیجئے ؛

یہ مضمون نہ مورتی پوجا کا کھنڈن کرتا ہے نہ منڈن کرتا ہے۔ یہ نہ آپ کو خوش کرنے کے لئے اور نہ آپ کی دلآزاری کے لئے لکھا گیا ہے بلکہ ایک نرالے طریق پر اس کی اصلیت اور حقیقت کو واضح کرنے کی ایک کوشش ہے ہم اپنے اندرونی خیالات کو بلا کسی تصنّع یا بناوٹ کے آپ کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں۔ مورتی پوجا کرنا یا نہ کرنا آپ کے اختیار کی بات ہے۔ اس امر کے فیصلہ کرنے میں کسی دوسرے کا دخل نہیں ؛

سب سے پہلے ہمیں جاننا چاہیئے کہ مورتی کیا ہے ؟ آپ جانتے ہیں کہ جب انسان اکیلا بیٹھا ہوا ہوتا ہے اور اسے کوئی کام نہیں ہوتا تو من میں طرح طرح کے خیال اُٹھتے ہیں کبھی کوئی خیال آتا ہے کبھی کوئی مگر جونہی کہ کوئی دلپسند اور پیاری چیز سامنے آجاتی ہے تو ہماری توجہ اس چیز کی طرف منتقل ہو جاتی ہے اور کچھ دیر کے لئے ادھر ادھر جانے سے رُک کر اسی چیز میں گڑ جاتی ہے۔ اور متفرق خیالات من میں اُٹھنے بند ہو جاتے ہیں گویا کہ وہ پیاری چیز خیال کو قید کرنے یا باندھنے کے لئے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ایک میخ یا کھونٹی کا کام دیتی ہے۔ اسی طرح مورتی بھی ہمارے خیال کو بار بار ایک ہی جگہ پر قائم کرنے اور منتشر خیالی کو روکنے کے لئے ایک کھونٹی کا کام دیتی ہے بعض شخص کسی زندہ بزرگ کو اس قسم کی کھونٹی مقرر کرتے ہیں مگر چونکہ زندہ انسان میں کمیاں ہوتی ہیں اور ایسی خامیوں پر دھیان پڑنے سے من کے ہٹ جانے کا اندیشہ رہتا ہے اس لئے بعض آدمیوں نے کسی نیک بزرگ کی مٹی یا دھات کی بنی ہوئی مورتی یا کسی دیوی دیوتے کی مورتی یا تصویر کو ایسی کھونٹی مقرر کر لیا۔ مگر بعض اصحاب نے ایسی مورتیوں کو بھی اسی لئے ترک کر دیا کہ جن کی وہ مورتی ہوتی ہیں ان کے حقیقی ہونے کا شک اٹھ کر منتشر خیالی پیدا کر دیتا ہے۔ انہوں نے بجائے کسی مورتی کے سالگرام کی مورتی کو جو درحقیقت مورتی نہیں ہوتی بلکہ بے صورتی کی مظہر ہوتی ہے اس قسم کی کھونٹی قرار دیا۔ بعض داناؤں نے اس میں بھی نقص دیکھا اور اوم وغیرہ اکشروں اور شبدوں سے یہی کام لیا۔ غرضیکہ مورتی وہ چیز ہے جس پر کہ انتشار خیالی کو روکنے کی غرض سے دھیان کو ٹھیرایا جاتا ہے۔ وہ خواہ کوئی انسان ہو۔ مٹی یا دھات کی مورتی ہو۔ کاغذ پر کوئی تصویر ہو یا کوئی لفظ یا شبد ہو۔ خواہ وہ وہ چیز ہو جو آنکھ بند کرنے پر ہمارے دھیان میں آتی ہے۔ غرضیکہ جو چیز دھیان کو ایک جگہ باندھنے کا کام دے وہ مورتی کہلانے کی حقدار ہے اور اس نام کے سوائے اور کوئی جنرل نام اسے دیا نہیں جا سکتا۔

ہم سب جانتے ہیں کہ جب کوئی چٹھی ملتی ہے تو اس کے وسیلے دور بیٹھا ہوا شخص ہمارے نزدیک ہوتا ہوا ہمارے ساتھ دکھ سکھ کی باتیں کرتا ہمیں متاثر کرتا ہے۔ اسی طرح کتاب یا مورتی ہم تک وہ پیغام پہنچاتی ہے جو ان میں ملفوف ہوتے ہیں۔ کتاب یا مورتی بزرگوں کو ہمارے نزدیک لے آتی ہے۔ ہمارے اور بزرگوں کے درمیان جو زمان اور مکان کا فاصلہ حائل ہے اسے دور کر دیتی ہے بزرگوں کے پیغام کو پا کر ہم مستفید ہوتے ہیں۔ اچھا پیغام اور اچھی مورتی ہمارے سامنے اچھائی کی تصویر اور برا پیغام اور بری مورتی ہمارے سامنے بری اور

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

گھناؤنی صورت پیدا کر دیتی ہے۔ظالم کی مورتی ہمیں ظالم بننے کا پیغام دیتی ہے۔

اسی بنا پر اپنے آپ کو نیک بنانے کے لئے کسی مہاپرش کی زندگی کو اپنا آدرش مقرر کر کے اس کی مورتی کا دھیان کرنے سے ہم میں ایسی ہی نیک خصلتیں سرائیت کر جائیں گی۔ اگر کسی نکمّے کیریکٹر کے انسان کی مورتی چن لیجائیگی تو ہم بھی نکمّے بن جائیں گے۔ کالی ماتا کے پوجاری اور شری کرشن بھگوان کے پوجاری میں کیا آپ فرق نہیں دیکھتے؟ کرشن سداماں کی مورتی ہم میں وفا و محبت کا جذبہ پیدا کرے گی۔ مہاں بیر کی پوجا ہمیں بلوان بنائے گی۔بھیرول جتی کی پوجا ان سے مختلف اثرات پیدا کرے گی۔لہذا مورتی کے چناؤ میں سخت احتیاط کی ضرورت ہے۔ اگر نیک بننا ہو تو نیک انسان کی مورتی کی پوجا کرنی ہوگی۔اگر ظالم بننا چاہیں تو کسی ظالم کی مورتی کو پوجا کے لئے چننا پڑے گا اور اگر شانت بننا ہو تو کسی شانت دیوتا کی مورتی کو لینا پڑیگا۔ یہ سمجھ لینے کے بعد یہ کوئی جھگڑے کی بات نہیں رہتی کہ تم کالی کی مورتی کی پوجا کیوں کرتے ہو اور میں سرسوتی کی مورتی کی پوجا کیوں کرتا ہوں۔جو صفات (شکتی) آپ اپنے میں پیدا کرنا چاہتے ہیں ان کی مجسم مورت کالی کو آپ نے چن لیا اور جو خصائل (علمیت) میں اپنے میں پیدا کرنا چاہتا ہوں ان کی مجسم مورتی سرسوتی کو میں نے چن لیا جھگڑا کہاں رہا۔ جھگڑے تو صرف اگیان میں پیدا ہوتے ہیں ؂

اگر ہم کسی مورتی کو سامنے تو رکھتے ہیں یا اس کی صورت ذہن میں پیدا کرتے ہیں پر جو کچھ اس مورتی میں مورتی مان ہو رہا ہے اسے اپنی توجہ کا مضمون نہیں بناتے تو ہم گو جسمانی طور پر پوجا کرتے دکھائی دیتے ہیں مگر مانسک طور پر پوجا نہیں کر رہے ہوتے اور اگر ہم مورتی کو دیکھتے ہوئے اس میں مورتی مان ہوئی صفات۔ عادات۔ خصائل کو دھیان میں لا رہے ہوتے ہیں تب ہم مورتی پوجا کر رہے ہوتے ہیں۔ مورتی پوجا کے یوگک پہلو کی یہی پہچان ہے ؂

مورتی پوجا کا طریق یہ ہے کہ کسی مورتی کو چن لیجئے۔ صاف ستھری صورت میں اپنے سامنے رکھیئے۔ پہلے اس کی بناوٹ کی خوبصورتی کا ملاحظہ فرمائیے۔ اس کے ایک ایک

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

عضو میں دھیان ٹھہرایئے ۔ آپ کے من میں منموہنی صورت کے زیر اثر محبت کا جذبہ پیدا ہو جائیگا پھر آپ مورتی کو ہی نہیں بلکہ دل ہی دل میں اُس سے جس کی کہ وہ مورتی ہے پیار کرنے لگ جائیں گے اور آہستہ آہستہ اس کی صفات پر دھیان دینے لگ جائیں گے پھر اُس کی صفات میں دلچسپی پیدا ہو گی اور جوں جوں آپ میں ان صفات کی قدر و عزت بڑھتی جائے گی توں توں وہ صفات آپ میں سرائیت کرتی جائیں گی ۔ اور آخر کار آپ اپنے اِشٹ دیوتا میں میل پا جائیں گے ۔ یہ کام جلدی کا نہیں صبر سے اور مستقل ارادہ سے عمل کیجئے فائدہ ہو گا مگر یاد رہے کہ جب جب آپ کا خیال مورتی سے ہٹ کر دوسری طرف جائے تب تب آپ مورتی کو دیکھیں چھوئیں یا کوئی اور ایسا عمل کریں جس سے آپ کا دھیان اِدھر اُدھر سے ہٹ کر پھر مورتی کو ہی مرکز بنا لے ۔ اگر مورتی کے چرنوں کا دھیان نہ رہے گا تو اثر ہونا بھی فوراً بند ہو جائے گا اور یہی دیوتا کا کرودھ ہے ۔ ہمیں دیوتا کی خوشنودی تب ہی حاصل ہو سکتی ہے جب ہم اپنا من اس کے چرنوں میں ہی لگائے رکھیں ۔ فی الحال مورتی پوجا کے متعلق اسی قدر بیان کافی ہے ۔ دیوتا کی حقیقت کیا ہے ؟ دیوتا کس طرح پرگٹ ہوتا ہے ؟ کیوں کرودھ دیتا ہے ؟ ہم اس سے کس طرح مستفید ہو سکتے ہیں ؟ اور کس طرح شکتیاں پیدا ہوتی ہیں ؟ ان امور پر دانستہ خاموشی اختیار کی گئی ہے کیونکہ ان امور کا جاننا مبتدی کے لئے لازمی نہیں البتہ منتہی کے لئے ضروری ہے ۔ جو لوگ ابتدائی منازل جن کا کہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے ۔ طے کر لیں وہ آگے ترقی کے لئے جستجو کریں اور منتظر رہیں کہ پردۂ غیب سے کیا کچھ بر آمد ہوتا ہے ۔ شاید آپ سمجھیں کہ دھوکا دیا جا رہا ہے یا اندھیرے میں رکھا جا رہا ہے مگر نہیں دوستو نہیں ۔ قدرت میں ایسا انتظام موجود ہے کہ جب کوئی آدمی کسی خاص طرف ایک قدم بڑھاتا ہے تو دوسرے قدم کے لئے رہنمائی ملتی ہے ۔ سچے دل سے مورتی پوجا کرتے وقت خود بخود رہنمائی ملتی جائے گی ۔ مگر یہ سن نہ سمجھئے کہ دل میں خود غرضی ہو گی تو کوئی رہنمائی نہ ملے گی ٭

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جو کچھ اس وقت تک تبلایا جا چکا ہے مورتی پوجا تو یہی ہے مگر یہاں ٹھہر جانا اور اسی کو مورتی پوجا کا مقصد قرار دے دینا درست نہیں۔ استادوں کا مقصد اس طریق کے تجویز کرنے سے یہ نہ تھا کہ اس قسم کی پوجا کرتے کرتے ہی زندگی ختم کر دی جائے۔ یا اس طریق سے شکتیاں پیدا کرنے کا کام لیا جائے بلکہ ان مہربانوں کا منشا مورت (جسے درشیہ یا مشہود بھی کہتے ہیں) کی طرف دھیان دلا کر امورت (جسے درشٹا یا شاہد بھی کہتے ہیں) کی طرف جو کسی طرح بھی براہِ راست دکھائی نہیں دیتا کیونکہ وہ جو دیکھنے والا نراکار ہے اس کی نہ کوئی شکل صورت ہے نہ روپ رنگ ہے نہ ریکھ بھیکھ ہے نہ منہ ہے نہ سر ہے نہ عضو ہیں وہ ہمارے دھیان میں کسی طرح نہیں آسکتا۔ دھیان مبذول کرانا مقصود تھا۔

مورتی پوجا کے دو پہلو ہیں۔ ایک یوگ کا دوسرا گیان کا۔ اگر ساکار پوجا (مورتی پوجا) میں نراکار کا اشارہ نہ پایا جائے تو ساکار پوجا کا منشا پورا نہیں ہوتا۔ ہمیں اس پوجا کے کرتے ہوئے نراکار کا اشارہ پانے کی کوشش کرنا چاہیئے۔ یہی گیان کا پہلو ہے جو مقصود ہے اگر یہ مقصد دھیان میں نہ رہا تو ہم غلط راہ پہ چل رہے ہوں گے۔

گو ہندو کسی مذہب کا نام نہیں تاہم جس مذہب کو ہندو نام سے یاد کیا جاتا ہے اس میں تین تعلیمیں رائج ہیں۔ ایک "نیتی نیتی" جس کا ترجمہ ہے "یہ نہیں یہ نہیں" دوسری "اہم برہم اسمی" جسکا ترجمہ ہے "میں برہم ہوں" تیسری "سرو کھل ودم برہم" جس کا ترجمہ ہے "یہ سب برہم ہے"۔ تیسری تعلیم میں کائنات کی طرف اشارہ کر کے کہا گیا ہے کہ یہ سب برہم ہے۔ اور اسی تعلیم کی رو سے ہر چیز کی طرف یا کسی ایک چیز یا مورتی کی طرف اشارہ کر کے کہا جا سکتا ہے کہ یہ برہم ہے۔ اور مورتی پوجا میں یہی راز سمجھنے کی کوشش کی جاتی ہے کہ اس مادی دنیا کی اندرونی حقیقت ہی برہم ہے اور یہ کائنات برہم سے غیر نہیں۔ یہ کھاؤ پیو اور موج اڑاؤ کا راستہ نہیں بلکہ یہ ایک ایسا راز ہے جس کے سمجھنے کے لئے باریک بینی اور ودیک

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کی سخت ضرورت ہے۔

یوگ کا پہلو جس حد تک بیان کیا جا سکتا تھا بیان کر دیا گیا ہے دوسرا پہلو یہ ہے کہ جس طرح باپ کی چٹھی ایک بار پڑھ کر بیٹا اس کی تعمیل کرتا ہے باپ کو خوش کرنے کیلئے کبھی دہوپ خوشبو وغیرہ سے چٹھی کی پوجا نہیں کرتا اسی طرح کسی مورتی کے ذریعہ یا کسی متبرک گرنتھ میں دیئے ہوئے پیغام سے کام رکھنا چاہیئے نہ کہ ان نشانوں کی بموجب رواج پوجا پر کمربستہ ہوا جائے جن کے ذریعہ کہ پیغام ہم تک پہنچا۔ پیغام کا محض تعریف کرتے رہنا ہی کسی مافوق الفطرت ہستی کو خوش نہ کر سکے گا۔ پیغام کا صحیح طور پر سمجھنا اور اس کے مطابق عمل ہی ہمارے اِشٹ دیو کو خوش کر سکنے کی طاقت رکھتے ہیں بشرطیکہ پوجا کرتے وقت ہمارا نقطہ نگاہ "گیان" رہے۔

ہمارے نقطۂ نگاہ کی رو سے مورتی پوجا کا انتہائی مقصد نراکار کی طرف اشارہ پانا ہے اس بنا پر مورتی پوجک کو گیانی سے نہ الجھنا چاہیئے اور نہ گیانی کو مورتی پوجا پر اعتراض کرنا چاہیئے پوجا کرتے کرتے بھی گیان کی حالت نمودار ہو جاتی ہے جسکے بعد وہ خود بخود مورتی پوجا چھوڑ دیتا ہے۔ جو گیانی مورتی پوجا پر اعتراض کرتا ہے وہ خود اگیانی ہے کیونکہ وہ پوجاری کی مانسک اوستھا کو جانتا نہیں۔ گیانی تو صرف وہی ہے جو ایسی پوجا کے ہر دو پہلوؤں کو جانتا ہوا کسی سے بھی نہیں اُلجھتا۔ جو امر جیسا ہوتا ہے اسے ویسا ہی دیکھتا ہوا کھنڈن منڈن سے محترز رہتا ہے اور اسی میں امن و آزادی ہے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

تلاش مرشد

آپ اسوقت دیگر ضروری کام چھوڑ کر اس مضمون کو پڑھنے کے لئے تیار ہوئے ہیں۔ کس غرض سے؟ اس لئے کہ آپ مفید باتیں پڑھیں جو آپ کو زندگی بسر کرنے کی سمجھ پیدا کرتے ہیں مدد دیں اور بعض امور میں آپ کی محتاجی دُور کریں اسواسطے یہ نہایت ضروری ہے کہ آپ توجہ اور غور سے پڑھیں تاکہ آپ کا اسے پڑھنے کا مقصد پورا ہو۔

یہ ضروری نہیں ہے کہ جو کچھ ہم اس وقت آپ کی خدمت میں پیش کریں آپ اس کے متعلق اسی وقت فیصلہ دے دیں کہ جو کچھ آپ پڑھ رہے ہیں دُرست ہے یا غلط۔ اچھا ہے یا بُرا۔ آپ اپنا فیصلہ محفوظ رکھیں تاوقتیکہ سالم مضمون ختم نہ کرلیں۔ آپ سے استدعا ہے کہ توجہ سے مضمون پڑھتے چلے جائیں۔ فی الحال کوئی جرح بھی نہ کریں۔ اس خیال کی جو تصویر ہم آپ کے رُوبرو کھینچ رہے ہیں اسے دل میں منقش کرتے چلے جائیں تاکہ بعد میں آپ اس کی خوبصورتی یا بدصورتی کو جانچ سکیں۔ اور فیصلہ فرما سکیں کہ چیز نکمی ہے یا کارآمد۔ اگر کارآمد نکلے تو اسے اپنے من مندر میں جگہ دیں ورنہ دور پھینک دیں ؛

مذہبی دنیا میں گورو رہنما اور بندھن کاٹنے والے یا نجات دینے والے کو کہتے ہیں۔ ہر شخص اور ہر مذہب نے اس کے یہی معنی لئے ہیں۔ ہر کوئی کہتا ہے کہ ڈاکٹر صحت دینے کے لئے مریض کا رہنما ہے اور اُستاد طالب علم کا رہنما ہے۔ اور مذہبی گورو شش (سکھ) کا رہنما ہے اور بندھن کاٹتا ہے۔ عوام کا نظریہ یہی ہے مگر ہم اس سے مختلف نظریہ آپ کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ آؤ ہم مروجہ نظریہ کی پڑتال کریں ؛

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ڈاکٹر اور مریض کی مثال لیں۔ مریض ڈاکٹر کے پاس جاتا ہے۔ اپنا حال بیان کرتا ہے۔ ڈاکٹر دوا تجویز کرتا ہے۔ مریض اسے استعمال کرتا ہے مگر دوسرے دن ڈاکٹر سے شکایت کرتا ہے کہ دوا نے الٹا اثر کیا۔ ڈاکٹر دوائی بدل دیتا ہے۔ اسی طرح مریض روزانہ اپنا حال بیان کرتا ہے۔ دوائی بدلواتا۔ اسے استعمال کرتا اور انجام کار تندرست ہو کر دوائی کا استعمال چھوڑ دیتا ہے۔ کیا آپ اس سے یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ ڈاکٹر نے مریض کو صحت دی؟ نہیں دوستو نہیں۔ یہ نتیجہ نکالنا غلطی ہے۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ڈاکٹر ہر روز جس راستہ پر مریض کو چلاتا تھا مریض اس پر چلنے کے بعد اُسے خبر دیتا تھا اور زبان حال سے کہتا تھا کہ ڈاکٹر صاحب آپ کا بتلایا ہوا راستہ غلط ہے تبھی تو ڈاکٹر ہر روز اپنی درستی کرتا۔ دوائی بدلتا تھا۔ اور اسی طرح مریض ڈاکٹر کے بتلائے ہوئے غلط راستوں کو چھوڑتا گیا جن کے غلط راہ ہونے کو ڈاکٹر خود بھی تسلیم کرتا ہوا دوائی بدلتا رہا اور بالانجام مریض اپنی ہی اندرونی رہنمائی میں تندرستی کی منزل پر جا پہنچا اور دوائی کا استعمال چھوڑا۔

آپ ذرا غور فرمائیے کہ بیماری یا غلطی کو کون جانتا اور بتلاتا تھا تندرست ہو کر تندرستی کو کس نے جانا؟ جو تندرستی کو حاصل کر کے جانتا اور بتلاتا ہے کہ یہ تندرستی ہے اور بیماری کے وقت بھی تندرستی کی تصویر کو پہچانتا تھا وہی اصل میں تندرستی کی طرف رہنمائی کرنے والا ہے بیماری سے نجات دینے والا ڈاکٹر نہیں۔ اس جگہ یہ اعتراض اٹھایا جا سکتا ہے کہ اگر مریض خود رہنما تھا تو ڈاکٹر سے دوائی کیوں دریافت کرتا تھا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جس قدر ڈاکٹری کتب ہیں وہ سب مریض کی بتلائی ہوئی باتوں کا ریکارڈ ہیں۔ ڈاکٹر تو مریض کا محض ریکارڈ کیپر (محافظ دفتر) ہے یہی وجہ ہے کہ ڈاکٹر پہلی مرتبہ دی ہوئی دوائی سے مریض کو شفا نہیں دے سکتا بلکہ اصلیت یہ ہے کہ ڈاکٹر سابقہ ریکارڈ کو مریض کے سامنے رکھتا جاتا ہے اور

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

مریض متعدد نسخوں کو استعمال کرتا ہوُا بالآخر اصل دوائی کو پہچان کر اس کا استعمال جاری رکھتا اور صحت یاب ہوتا ہے ؁

اب دوسری مثال لیجئے۔ طالب علم کو کئی مضامین ایک ہی جماعت میں پڑھائے جاتے ہیں۔ اُستاد زور لگاتا ہے کہ شاگرد علم تاریخ کا ماہر بنے مگر وہ تواریخ نہیں پڑھتا بلکہ باوجود امداد کم ملنے کے علم ہندسہ میں ماہر بنتا چلا جاتا ہے اور اس طرح شاگرد اُستاد کی غلطی دکھلاتا ہوُا حقیقتاً اشارہ دیتا ہے کہ وہ تاریخ دان نہیں بلکہ مہندس ہے ؁

یہ دونوں تمثیلات ایک خاص نقطہ نگاہ کو سمجھانے کے لئے لی گئی ہیں ورنہ ڈاکٹر یا استاد کی اہمیت کو کم کرنا یا ان کے خلاف کچھ کہنا مقصود نہیں ہے یہی حال مذہبی گورو کا ہے گورو میں یہ طاقت نہیں کہ آپ کی رہنمائی کر سکے یا آپ کی درستی کر دے اگر گورو میں طاقت ہوتی تو ایک ہی گورو کے سارے کے سارے شاگرد ایک ہی طرح پر مستفید ہوتے اور ایک دفعہ گورو کے حلقہ میں آیا ہوُا شاگرد اس کے اثر کے حلقہ سے باہر نہ نکل سکتا۔ جیسا کہ کوئی بلب بجلی کی تار سے جوڑے جانے پر روشن ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا ویسا ہی ہر شخص گورو شرن پہنچکر نیک بن جاتا۔ سابقہ حالات اس کے بدل جاتے مگر برخلاف اس کے ہم دیکھ رہے ہیں کہ بعض اشخاص تو گورو کے ساتھ اس طرح بندھ جاتے ہیں جس طرح کہ تماشہ دیکھنے والا بچہ ریچھ والے کے پیچھے پیچھے بلا رسی بندھا پھرتا ہے اور بعض اشخاص گورو کے حلقہ اثر سے اس طرح صحیح و سلامت ویسے کے ویسے واپس پھرتے ہیں جس طرح کہ بطخ پانی میں داخل ہو کر ان بھیگی ہی واپس نکلتی ہے۔ اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ گورو کے کلام کا اثر سب شاگردوں پر ایک جیسا نہیں ہوتا بلکہ شاگرد پر اُسی قدر اثر ہوتا ہے جس قدر اثر کہ وہ خود قبول کرتا ہے۔ اس کے یہ معنے ہوئے کہ یہ شاگرد کی طاقت ہے کہ گورو کے کلام کا اثر ہونے دے یا نہ

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ہونے دے۔ قبول یا انکار کی طاقت شاگرد میں ہے۔ اس اصول کو ہمیشہ کیلئے اپنے دل میں جگہ دیں کہ اثر قبول کرنے کی طاقت ہے تو آپ میں۔ انکار کی طاقت ہے تو آپ میں۔ متاثر ہونے کی قابلیت آپ میں ہے۔ کسی کی طاقت نہیں کہ آپ کی مرضی کو ساتھ لئے بغیر آپ کو متاثر کر سکے۔

ذرا غور فرمائیے۔ متلاشی جس چیز کی تلاش میں ہوتا ہے وہ گمشدہ نہیں ہوتی بلکہ متلاشی اسے دیکھ رہا ہوتا ہے بلکہ خوب پہچانتا ہوتا ہے۔ اگر دیکھتا پہنچانتا نہ ہوتا تو اس کی طرف بھاگتا بھی نہ کیونکہ جس چیز کو دیکھتا نہیں اسے پانے کی کوشش کبھی نہیں کرتا۔ بیمار صحت کو دیکھ رہا ہوتا ہے اسی لئے تو اسے پانا چاہتا ہے۔ ڈاکٹر صحت نہیں دکھلاتا۔ جس طرح بیمار بیماری کی حالت میں بھی صحت کو دیکھ رہا ہوتا ہے اسی طرح وہ جو نجات کا متلاشی ہے نجات اس کی نظر میں ہوتی ہے اوجھل نہیں ہوتی۔ وہ چیز جو ہماری چمڑے کی آنکھ سے نہیں بلکہ ہم سے اوجھل ہوتی ہے اسے پانے کی خواہش ہم کبھی نہیں کرتے۔ ایسے ہی نجات ہم سے کبھی بھی پوشیدہ نہیں ہوتی۔ نجات دینے والا گورو نہیں بلکہ نجات ہمیشہ ہی متلاشی کے اندر بستی ہے۔ اس لئے یہ ضروری نہیں کہ نجات کے واسطے ضرور کوئی گورو بنایا جائے بعض اصحاب کہتے ہیں کہ فلاں شخص بڑا عیار۔ دہوکا باز۔ شیطان۔ بدکار تھا۔ فلاں گورو کی شرن میں گیا اور فوراً بدل گیا اور واقعات ایسے موجود ہیں کہ ان کے صحیح ماننے میں گریز نہیں کرنا چاہیئے۔ مگر مانسک ودیا (سائیکولوجی) کے جاننے والے جانتے ہیں کہ ایسے اشخاص حقیقتاً اپنی عیاری۔ دہوکا بازی۔ شیطانی اور بدکاری سے تنگ آئے ہوئے ہوتے ہیں وہ اپنی بُری صفات کے جال میں پھنسے ہوئے تنگ آکر اس جال سے نکلنا چاہتے ہیں۔ ان کے ذہن میں ان مکروہ باتوں کے چھوڑنے کا مصمم ارادہ بن چکا ہوتا ہے۔ اور حقیقتاً وہی ارادہ کی مضبوطی ہی ان کی کامیابی کا باعث بنتی ہے۔ کوئی غیر شخص باعث نہیں بنتا اکثر یہ دلیل بھی دی جاتی ہے کہ اگر مان جاتا ہو تو

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کس طرح بن کسی سے پوچھے ہم وہاں پہنچ سکتے ہیں جب ایسی معمولی باتوں کے لئے بتلانے والے (رہنما۔گورو) کی ضرورت ہوتی ہے تو یہ کیوں کر ہو سکتا ہے کہ ایشور کا پتہ بتلانے یا ایشور سے ملانے کے لئے گورو درکار نہ ہو؟ یہ دلیل بھی کم فہمی پر مبنی ہے۔ آپ کو ایک واقعہ سناتا ہوں جس سے اس کے سمجھنے میں آسانی پیدا ہو جائے گی۔ میں نے امرتسر جانا تھا۔ اپنے بھتیجا کو کہا چلو امرتسر دکھلائیں گے۔ وہ ہمارے ساتھ ہو لیا۔ وہ نابالغ تھا۔ دوسری جماعت میں پڑھتا تھا۔ جب ہم امرتسر میں گھوم رہے تھے تو اس نے کہا تایا جی امرتسر دکھلاؤ۔ مجھے بے اختیار ہنسی آئی کہ بچہ امرتسر میں پھر رہا ہے اور پھر بھی پہچان نہ ہونے کے باعث کہتا ہے کہ امرتسر دکھلاؤ۔ ایشور کو لوگ حاضر ناظر کہتے ہیں۔ پھر پہچان نہ ہونے کی وجہ سے میرے اس بھتیجا کی طرح بجائے "یہاں" دیکھنے کے کہیں اور سمجھ رہے ہیں اور اس تک پہنچنے کا راستہ معلوم کرنے کے لئے رہنما کی تلاش میں ہیں۔ حالانکہ وہ اسی طرح ایشور کے روبرو ہیں جس طرح کہ بچہ امرتسر کے روبرو تھا۔ صرف پہچان میں فرق ہے نہ بچہ جان سکا کہ یہ امرتسر ہے نہ ایسے دراز عمر بچے جو ایشور کی طرف جانے کا راستہ تلاش کر رہے ہیں جان پائے ہیں کہ جو ان کے روبرو ہے یا جو کچھ ان کی حقیقت ہے وہی ایشور ہے اور اس کی طرف جانے کا کوئی راستہ نہیں کیوں کہ ہم اسی میں بستے ہیں۔ راستہ تو تب ہوتا جب وہ کہیں غیر جگہ پر ہوتا یا کسی مخصوص سمت میں ہوتا۔ ایشور چونکہ ہر جگہ موجود ہے بلکہ ہمارے ذرہ ذرہ میں سرائت کئے ہوئے ہے اس لئے اس کے پانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا صرف ہمارا دل سے تسلیم کرنا ہی کافی ہے ٭

یہ تمثیل بھی اسی معاملہ میں دی جاتی ہے کہ جاٹ اور جاہل بن سکھلائے نادان رہتا ہے۔ اس لئے گورو کا ہونا ضروری ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ انسان کے جسم میں نظر محدود سی ہو رہی ہے۔ گو بینائی سب کچھ دیکھنے پر قادر ہے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

تاہم جسم کی راہ سے محدود ہو کر صرف اتنا ہی دیکھتی ہے جتنا کچھ کہ انسانی آنکھ کے سامنے ہوتا ہے۔ اسی طرح جاہل کا اور عقلمند کا دماغ سب کچھ جاننے پر قادر ہے صرف حالات گرد و پیش اسے محدود کر رہے ہیں۔ یہ دماغ کا کام ہے کہ دیکھی ہوئی چیز کی ترتیب کو بدل دے۔ یہی ترتیب کا بدلنا سوچ سمجھ کہلاتا ہے اس کے سوائے سوچ سمجھ اور کچھ نہیں ہے اور یہ طاقت جاٹ میں بھی ویسی ہی موجود ہے جیسی کہ کسی دوسرے عقلمند میں ؀

ہر شخص دوات قلم۔ سیاہی کو دیکھتا رہا ہے مگر کسی شخص نے اس ترتیب کو بدل کر انڈی پنڈنٹ ایجاد کر دیا جس نے اُس شخص کو انڈی پنڈنٹ کی صورت دکھلائی وہی اس کا گورو ہے اور وہی آپ کا گورو ہے وہی دانا کا اور وہی نادان کا گورو ہے۔ اس کے سوائے اور کوئی گورو نہیں۔ دھوکہ میں مت رہیں۔ نیوٹن پاجامہ پہن رہا تھا ایک ٹانگ پائینچہ میں ڈال چکا تھا دوسرا ابھی نہ ڈالا تھا کہ اُس نے درخت سے سیب گرتے دیکھا اُس پر سکتہ سا طاری ہو گیا۔ وہ من مندر میں داخل ہو چکا تھا جب وہ وہاں سے نکلا تو دنیا کو علم ہندسہ و سائنس کے اصولوں سے مملو کر دیا۔ کیا اس وقت وہ علم اسے کسی اُستاد نے پڑھایا تھا؟ نہیں دوستو نہیں۔ من مندر کا دیوتا ہی گورو ہے کوئی دیہہ دھاری (جسمانی) گورو نہیں۔ کسی جسمانی گورو کو ماننا جھگڑے پیدا کرنا۔ اور جھگڑے مول لینا ہے کسی شخص کو گورو ماننے سے آپ کو کڑھنا پڑے گا۔ جھگڑا کرنا پڑے گا اور جھگڑوں کے واسطہ آپ ایک میدان پیدا کر لیں گے۔ اگر یقین نہ ہو تو کسی فرقہ کے عقیدت مند شاگرد کی ذہنیت اور اعمال کا عملی مطالعہ کرنے سے آپ کو اس سچائی کا یقین ہو جائے گا ؀

گورو دھارن کرنے کے حق میں عام طور پر ہر شخص دلیل کے طور پر یہ سوال کرتا ہے کہ بتلاؤ کبھی کسی نے استاد کے بغیر بھی الف بے پڑھی ہے۔ اور بن سکھائے بھی کوئی سیکھتا ہے؟ یہ سوال عوام کو بہت دھوکا دے رہا ہے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ہم اس دھوکہ سے نکالنے کے لئے یہ جواب عرض کرتے ہیں کہ کیا کبھی اُستاد نے بچہ کو دیکھنا بھی سکھلایا ہے؛ آپ من کی بے تابی اور اختلاف خیالی کی وجہ سے پیدا شدہ شک اور ناراضگی اور جوش کو ذرا روک کر سوچیں اور دیکھیں کہ بچہ خود بخود دیکھتا ہے یا کوئی اسے دیکھنا سکھلاتا ہے۔ کیا چند ماہ کے بچے کو کبھی کسی نے پڑھایا یا سمجھایا یا تبلایا ہے کہ تمہاری ماں یہ ہے۔ اس کا حلیہ یہ ہے کسی دوسری عورت کے حلیہ سے مقابلہ کر کے تبلایا ہے کہ یہ ماں نہیں اور یہ ماں ہے؛ یا بچہ خود بخود ان باتوں کو جانتا ہوتا ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ اب آپ نے ہمارے مافی الضمیر کو سمجھ لیا ہوگا کہ انسان کو پڑھایا نہیں جاتا بلکہ انسان خود بخود جانتا ہوتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جب بچہ بولنا شروع کرتا ہے اور "گلاب" کے پھول کو دیکھ کر مسکراہٹ سے پھول کے دیکھنے اور جاننے کا پتہ دیتا ہے تو باپ پھول کی طرف اشارہ کر کے کہتا ہے "گلاب" بچہ کہتا ہے "گلاب" اس کے یہ معنی نہیں کہ باپ بیٹے کو تعلیم دیتا ہے بلکہ اس کے یہ معنی ہیں کہ باپ بیٹوں میں یہ سمجھوتہ ہوتا ہے کہ آئندہ جب آپس میں گفتگو کریں گے تو فلاں حلیہ کے پھول کو "گلاب" اور فلاں حلیہ کے پھول کو "گینڈا" کہیں گے۔ اسی طرح انگریزوں نے قوم کے سب افراد سے سمجھوتہ کیا ہوا ہے کہ جب کوئی "واٹر" کہے تو اس لفظ سے وہ چیز مراد لی جائے جو قدرت میں ملتی ہے اور پیاس بجھاتی ہے اسی طرح سنسکرت والوں نے سمجھوتہ کیا ہوا ہے کہ جب کوئی "جل" کہے تو اس لفظ سے وہ چیز مراد لی جائے جو قدرت میں ملتی ہے اور پیاس بجھاتی ہے۔ اسی طرح فارسی والوں نے "آب" لفظ کے وہی معنی و مفہوم مقرر کئے ہوئے ہیں۔ اُستاد شاگرد کا بھی یہی تعلق ہے۔ ورنہ استاد شاگرد کو علم نہیں دے سکتا۔ علم تو بچے۔ بوڑھے جوان سب کے قبضہ میں پیدائش سے ہی موجود ہوتا ہے۔

گورو ڈم کی آڑ میں لوگ شکار کھیل رہے ہیں خود نہ کام کر کے دوسروں کی کمائی پر پل رہے ہیں معصوم بچے موت کے گھاٹ اتارے جا رہے ہیں

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

بھولی بھالی دیویاں عصمت گنوا رہی ہیں۔ بڑے بڑے لالچی اپنا دھن گنوا رہے ہیں۔ بہشت میں سیٹیں (seats) بک کرا رہے ہیں۔ جو شخص دوسرے کی حقیقی بھلائی کئے بغیر دوسرے کی کمائی پہ جونک کی طرح پلتا ہے۔ وہ گورو نہیں لُٹیرا ہے۔ آپ گورو ڈم کے دھوکہ سے نکل کر تعلیم حاصل کریں۔ تعلیم جہاں سے ملے لیں۔ کتابوں سے۔ آدمیوں سے گرد و پیش کے حالات کے مشاہدہ سے سبق حاصل کریں۔ کسی کے ساتھ بندھ نہ جائیں۔ اچھے اور بُرے حقیقی اور غیر حقیقی میں تمیز پیدا کریں۔ سادہ اور بھگت بن کر عقل کو قفلبند مت کریں کسی بھی بزرگ کے کہنے پہ اپنا مصلیٰ شراب میں تر مت کریں۔ نہ بھیس کی وجہ سے چور اور ڈاکوؤں کو سادھو سمجھیں۔ رواجی اخلاق سے گری ہوئی کوئی بات نہیں کرنی چاہیئے۔ اپنا دل صاف رکھیں۔ ذات حقیقی کا نور اس میں پڑنے دیں۔ من کا مندر کسی دوسرے کے لئے نہیں ہے۔ آپ کے دل کی گہرائی میں جو آپ کے کاموں کی نگرانی کر رہا ہے۔ غلطی تبلا کر شرمندہ کرتا اور درست طرف کا پتہ دے رہا ہے وہی آپ کا گورو ہے۔ دوسرا کوئی گورو نہیں آپ اپنے گورو آپ ہیں پہ آپ اس اپنے آپے کو جس کی طرف ہم اشارہ دے رہے ہیں جانتے پہچانتے نہیں۔ آپ اپنے آپے کو جسم مت سمجھیں بلکہ جس کے آسرے جسم موجود زندہ ہے وہی آپ کا اپنا آپا ہے۔ آپ کا گورو وہی ہے جس کے نور سے آپ کا من منور ہو رہا ہے۔ من کے میدان میں اس کی پہچان آسان ہے۔

ذرا گہرا غور کرنے سے آپ یہاں (اس دنیا میں) صرف دو ہستیاں پائیں گے ایک آپ خود (شاہد) اور دوسری غیر (مشہود) ایک طرح سے یہ سالم دنیا غیر ہے جو آپ کی گورو ہے مگر دل دریا سمندروں ڈونگھے کون دلاں دیاں جانے۔ جب دل کے سمندر کی گہرائی میں ذرا اور غوطہ لگائیں گے تو من کے اندر ایک اور ہستی کو پائیں گے جو من کی بھی شاہد ہے جس کے بغیر

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

من بھی کچھ جاننا بوجھتا نہیں بلکہ جس کے بغیر من بھی ایسی ہی جڑھ یا منظلم ہستی ہے جیسی[1] کہ یہ دنیا ہے - اور اس نظر سے وہ شاہد جس کا ہم نے ذکر کیا ہے داخل دنیا ہو جائے گا - اس مقام پر پہنچکر آپ ایک شاہد دوسرا مشہود پائیں گے اس مشہود میں ساری دنیا اور اپنے جسم کو پائیں گے اور شاہد کو ان سب سے الگ پائیں گے - بس یہی شاہد یا ساکشی جو اندرونی دنیا میں شاہد انبھو ہوتا ہے جو من کا بھی اسی طرح شاہد ہے جس طرح جسم اور دنیا کا شاہد ہے وہی آپ کا حقیقی گورو ہے - دوسرا کوئی گورو نہیں - آپ بھی اسی من کے شاہد کو گورو سمجھیں - کوئی دوسرا شخص گورو ہونے کے قابل نہیں - اگر ہم کسی دوسرے شخص کو گورو تسلیم کریں گے تو دھوکہ کھائیں گے - لوٹے جائیں گے - حیران پریشان ہوں گے - کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ برہمن مہنت - پنڈا - سادھو گورو بنے ہوئے لوگوں کو طرح طرح کے وہموں میں ڈال کر لوٹ رہے ہیں - ٹھگ رہے ہیں - موت کے گھاٹ اتار رہے ہیں - ہر شخص کے واسطہ ضروری نہیں ہے کہ وہ گورو دھارن کرے - اگر ضرور گورو بنانا ہی ہو تو پہلے معلوم کرنا چاہئیے کہ کون سا بندھن ہے جسے کاٹنے کی خواہش ہے - یہ جانے بغیر گورو مقرر کرنا اور منتر یا نام لے کر یہ سمجھنا کہ بس اب نجات ہو گئی آنکھ بند کر کے سمجھ لینا کہ بس بندھن کٹ گئے بلی سے بچنے کے لئے بجائے بھاگنے کے کبوتر کا آنکھیں بند کرنا ہے - جب یہ معلوم ہو جائے کہ بندھن کیا ہے تب آپ اس کے کاٹنے کے طریق کو دریافت کرنے کے لئے دنیا کو آنکھیں کھول کر دیکھیں یا جس طرح دل میں آوے اس بندھن کو کاٹنا شروع کر دیں خواہ وہ طریق غلط ہی کیوں نہ ہو - آپ کے من میں بیٹھا ہوا آپ کا گورو درست طرف رہنمائی کرتا چلا جائے گا اور آپ کو ہی بندھن کاٹنے پر قادر کر دیگا اور آپ مکت ہو جائیں گے - اس وہم کو آپ بالکل دل سے

---

[1] آپ خود (جسم)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

نکال پھینکیں کہ کوئی شخص خواہ وہ کتنی ہی بڑی ہستی کیوں نہ ہو آپ کی نجات کا باعث بنے گا۔ آپ کا نجات دہندہ آپ کے من مندر میں بیٹھا ہوا دیوتا ہی ہے۔ وہاں اس کی تلاش کریں۔ بھٹکتے نہ پھریں۔ آپ اس رہنما کو جانتے تو ہیں پر کسی وجہ سے جانتے ہیں کہ نہیں جانتے۔ یہی آپ کی غلطی ہے اس گورو کو پہچاننے کی طاقت آپ میں ہے۔ کوئی دوسرا جسمانی گورو آپ کو یہ پہچان کی طاقت نہیں دے سکتا سب گوروؤں کو جو کسی ایک کے ہیں اور کسی دوسرے کے نہیں چھوڑ کر آؤ ہم سب اُس گورو کے آگے سر جھکائیں جو ہمارے ہی من مندر میں براجمان ہے اور سب کا گورو ہے۔ یہی گورو ہمارے جیون کی کشتی کو پار اُتار سکتا ہے دوسرے کسی گورو کی طاقت نہیں کہ اس نازک بجرے کو پار کر دے ؀

جب تک دماغی غلامی سے انسان آزاد نہیں ہوتا تب تک کسی قسم کی ترقی کرنے کے قابل نہیں ہوتا۔ آپ بھی گورو دھارن کرنے کے خیال کی ذہنی غلامی سے آزاد ہو کر آزادی کے میدان میں سانس لیجئے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

بھارت ورش میں شانتی
کس طریقے سے ہو سکتی ہے؟

یہ ایک روزانہ تجربے کی بات ہے کہ پیدا ہوتے ہی بچہ ہوا (آکسیجن) کی ضرورت محسوس کرتا ہُوا روتا سانس لیتا زندہ ہونے کا اظہار کرتا زندگی حاصل کرتا ہے۔ اسی طرح انسان بھوک محسوس کرتا ہے اور اس کے رفع کرنے کے لئے ہاتھ پاؤں سے کام کرتا روزی کماتا۔ خوردونوش کا انتظام کرتا زندہ رہتا ہے۔ گویا کہ زندہ رہنے کی اندرونی خواہش یا ضرورت کو پورا کرنے کے خیال سے عمل کی طاقت پیدا ہوتی ہے اور عمل کرنے سے ہماری ضروریات پوری ہوتی ہیں۔ جب ضرورتیں پوری ہوتی ہیں تو سکھ اور جب حاجتیں پوری نہیں ہوتیں تو دُکھ ہوتا ہے ٭

جسم اور من سے مرکب چلتا پھرتا باہوش پتلا انسان کہلاتا ہے۔ اگر یہ صرف جسم ہی ہوتا تو سب کام اس کی جسمانی طاقت یا بے طاقتی پر منحصر ہوتے مگر من کی پارے کی سی تڑپ اس میں مختلف قسم کی عجیب و غریب حالتیں پیدا کر دیتی ہے ٭

جسم مضبوط ہو تو انسان مزدوری اور کاریگری سے روزی کما سکتا ہے اور کسی حد تک بے فکری اور آرام کی زندگی بسر کر سکتا ہے مگر جب وجود کمزور ہو تو نہ یہ محنت کر سکتا ہے اور نہ کام کرنے میں خوشی محسوس کرتا ہے نہ حسب منشا روزی کما سکتا ہے بلکہ ناتوانی کے باعث مایوس و مغموم ہُوا حصول معاش کے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

لئے مذموم طریق چوری - ٹھگی - جُوا وغیرہ اختیار کر لیتا ہے - یہ ائیں پاتا نہ خود چین کرتا اور نہ دوسروں کو چین لینے دیتا ہے ؏

کئی انسان طاقتور اور روزی کمانے کے قابل تو ہوتے ہیں مگر تن آسانی اور آرام طلبی کے مانسک روگوں کے باعث وہ خود اپنے ہاتھوں روزی نہیں کماتے بلکہ صرف دماغ اور زبان کو کشش زر کا ذریعہ بناتے ہیں۔ جوتشی - رمّال مشورہ دینے والے - بے عمل اپدیشک اور رہنما بہشت میں پہنچانے کے ٹھیکہ دار اور مختلف قسم کے جواری اور لاٹری نکالنے والے اسی زمرہ میں شمار کئے جا سکتے ہیں ایسے لوگ خود اپنے ہاتھوں سے محنت نہیں کرتے البتہ نئی تہذیب کی الجھنوں یا پورانے وہموں میں ڈال کر دوسروں کی کمائی میں حصہ دار بن جاتے ہیں اور اپنے پاس اتنی دولت اکٹھی کرتے ہیں کہ جیسے غریب لوگ للچائی ہوئی نظر سے دیکھتے ہوئے موقعہ پا کر ایسی دولت پر ہاتھ صاف کرنے سے بھی نہیں ٹلتے - گو ایسے لوگ بظاہر شانت نظر آتے ہیں مگر باطن میں وہ خود بھی اشانت ہوتے ہیں اور دوسروں کو بھی اشانت بنانے کا باعث بنتے ہیں - بعض ایسے بھی ہیں جو طاقتور بھی ہوتے ہیں اور ان کی زبان میں اثر بھی ہوتا ہے وہ لوگوں کو اپنے پیچھے لگا سکتے ہیں - عوام کی طاقت سے بے پناہ طاقت حاصل کرتے ہوئے مخالفوں پر غالب آجاتے ہیں اور خودی اور خودغرضی کے زیر اثر لوگوں کو قید و بند میں ڈالتے - پھانسی دیتے اپنی حکومتیں قائم کرتے ہیں مگر اندرونی طور پر ایسے لوگ بھی اشانت ہی پائے جاتے ہیں کیونکہ اپنی حفاظت کے واسطے دن رات ان کو پہرہ کے اندر قید رہنا پڑتا ہے - نیز سفلی خواہشات و جذبات کے زیر ہوئے ہوئے مخالفوں کو دبانے کی تجاویز سوچنے میں ہر وقت غلطان رہتے ہیں اور ہر وقت فکر مند رہنا باعث آرام نہیں - ایسے لوگ دوسروں کو نقصان پہنچا کر خاص اپنے ملک کا بھلا کرنے کی فکر میں مجنوں ہوئے ہوئے ہیں - اور ایسا جنون کوئی پسندیدہ

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

حالت نہیں ہے۔

جسمانی۔ مالی۔ ذہنی اور روحانی کمزوریوں کی وجہ سے ہر بشر کسی بڑی ہستی کی مدد کا طلبگار ہوتا ہوا۔ مندر۔ مسجد۔ دھرم استھان میں جاتا دعائیں مانگتا ہے۔ بتوں دیوتاؤں کی پرستش کرتا وہ مانگتا ہے رہنماؤں کے آگے آتم سمرپن کرتا تن من دھن بلیش کرتا ہوا اپنے دکھوں کو دور کرنے کے اپاؤ دریافت کرتا ہے کام دھین گئو اور کلپ برکش پانے کی امید موہوم میں مارا مارا پھرتا ہے مگر ان ذرائع سے نہ جسمانی کمیاں دور ہوتے دیکھتا ہے اور نہ مالی مشکلات سے نجات پاتا ہے۔ اس طرح شانتی کی پراپتی کے لئے اشانت ہوا در بدر بھٹک رہا ہے۔ شانتی دیوی کا مندر اُسے کہیں دکھلائی نہیں دیتا۔ بہتیرے نام کے گورو شانتی کا لالچ دے کر لوگوں کی دولت پر ہاتھ صاف کر رہے ہیں۔

انسان جب اکیلا شانتی پانے میں ناکام رہتا ہے تب گھر گرہستی بنا کر یا سبھا سماج بنا کر دوسروں سے مل کر شانتی پانے کی کوشش کرتا ہے مگر یہاں بھی اختلاف رائے کے باعث گھر یا سوسائیٹی کے ممبروں میں رگڑ پیدا ہو جاتی ہے یا دوسری انجمنوں سے ہی جھگڑا ہو جاتا ہے۔ مسلم لیگ اور کانگرس کی طرف نگاہ کرنے سے آپ پر یہ سچائی روشن ہو جائیگی کہ سبھا سماج بھی شانتی کا باعث نہیں ہو سکتے۔ ان ساری مثالوں سے آپ نے جان لیا ہوگا۔ کہ انسانی دنیا میں کہیں بھی شانتی نظر نہیں آتی بلکہ اشانتی کے کھلے جبڑے ہر جگہ ڈراتے نظر آتے ہیں۔ اب سوچنا یہ ہے کہ اس ڈائن سے کس طرح نجات ملے اور شانتی دیوی کے مندر میں کیسے داخل ہوں؟

آپ انگاروں کے ڈھیر کی مثال لیں۔ ہر انگارہ تپ رہا ہوتا ہے۔ اس پر پانی چھڑکنے سے بعض انگارے بجھ جائیں گے مگر وہیں پڑے پڑے دوسروں کی اگنی سے پھر جلنے لگیں گے۔ ڈھیر کی تپش تب دفع ہوگی جب ہر انگارے کی جلن دور ہو جائے گی۔ یا تو ہر انگارے کو بجھا دیا جائے یا ڈھیر

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

پر اتنا پانی ڈالا جائے کہ سب کے سب انگارے بجھ جائیں۔ انگاروں کے ڈھیر کی طرح ہی انسانی دنیا ہے جو طرح طرح کی ضرورتوں۔ خواہشوں مصیبتوں اور فکروں کی جلن سے تپ رہی ہے۔ اس ڈھیر کی شانتی کا ایک اور صرف ایک ہی طریق من روپی انگارے کی شانتی ہے۔ خواہ انسان اپنی وچار سے شانتی پکڑے خواہ دوسرے سے تعلیم پاکر شانتی حاصل کرے۔ انفرادی شانتی ہی حقیقی چیز ہے رشی۔ مہاپرش۔ اپنشد۔ نالگا فلاسفی۔ گیتا فلاسفی۔ ویدانت فلاسفی۔ مختلف قسم کے یوگ انفرادی مکتی کے ہی علمبردار ہیں مگر یہ مضمون انفرادی شانتی پراپت کرنے کا نہیں بلکہ جماعتی شانتی کا ہے۔ جس کے لئے مختلف لوگوں نے اپنے اپنے طریق پر کوشش کی ؁

تانتیا بھیل۔ نظام اور جبرو جیسے ڈاکوؤں نے امیروں سے دولت چھین کر غریبوں میں تقسیم کی۔ روس کے سوشلسٹ بھی وسیع پیمانے پر اس امر کا تجربہ کر رہے ہیں۔ پنجاب گورنمنٹ بھی اسی خیال کے زیر اثر قرض خواہوں اور مقروضوں میں یہی کچھ کرنے کے لئے ایسے قانون نافذ کر رہی ہے جن سے عملاً قرضہ منسوخ ہو جائے گا۔ گو اپنے زعم میں یہ لوگ بھلائی کر رہے ہیں تاہم دولت کا ایک سے جبراً چھیننا اور دوسروں میں تقسیم کرنا ایک ناقص ترین طریق شانتی حاصل کرنے کا ہے۔ اس سے مقروضوں کا وقار خاک میں مل رہا ہے اور تجارت تباہ ہو رہی ہے۔ اور ملک کا ملک تیزی سے تباہی کی غار کی طرف بڑھ رہا ہے ؁

دوسرا فریق قسمت پر شاکر رہنے اور بھجن کرنے کو ہی شانتی کا ذریعہ بتاتا ہے مگر گیان کے بغیر وہ بھجن جو ایک ہی لفظ کو سینکڑوں ہزاروں بار نہیں بلکہ لاکھوں اور کروڑوں بار رٹنے سے کیا جاتا ہے انسان کو ہپناٹائز کر کے سوچ سمجھ سے خالی کر دیتا ہے۔ ایسے آدمی کی حالت افیون کھائے ہوئے یا غرق در آب کی سی ہو جاتی ہے جس پر بے حسی اور بیہوشی طاری

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ہو۔ ہم بھجن کے معنی مطالعہ اور سوادھیائے سے لیتے ہیں جس کا نتیجہ یا پھل گیان ہے۔ گیان کے بغیر محض رٹن سے اگر شانتی مل سکتی ہوتی تو ہندوستان کب کا آزاد ہو چکا ہوتا مگر جوں جوں ایسے خیال گے مذاہب کی تعداد بڑھ رہی ہے بھارت ماتا کی قید کی زنجیریں مضبوط سے مضبوط تر ہو رہی ہیں۔ یہ طریق بھی جماعتی شانتی کے لئے ناکام رہا ہے۔

در اصل سب خرابیوں کی جڑ دولت کا ایک جگہ اکٹھا ہونا یعنی سرمایہ داری اور اس کے زور کا ناجائز استعمال ہے دنیا میں اسی حالت کو بدلنے کی کوشش ہو رہی ہے ہر شخص اپنے فکر و خیال کے مطابق اس معمہ کو حل کرنے میں مشغول ہے تانتیا بھیل جیسے ڈاکوؤں نے زور بازو سے ایسا کرنے کی کوشش کی وہ ناکام رہے اور ڈاکو کہلائے مگر مہاتما گاندھی جیسے انسانوں نے مطلوبہ حالت کو پیدا کرنے میں بہترین کام کیا۔ انہوں نے کسی دوسرے کی جیب میں ہاتھ ڈال کر دھن دولت نہیں چھینا بلکہ اپنی تقریر کے ذریعہ دوسروں کے دلوں میں داخل ہو کر سب کچھ چھین لیا۔ تھیلیوں چیکوں کی پیشکش کی صورت میں امیروں سے دھن دولت چھین کر سب کچھ غربا کی انجمنوں چرخہ سنگھ۔ ہریجن سبھاؤں کو دے دیا۔ ایسے انسان مہاتما کہلائے اور اسی نام کے وہ مستحق ہیں۔ ایسوں میں نہ خود غرضی ہے اور نہ کسی کو جسمانی ایذا یا روحانی رنج پہنچاتے ہیں۔ ایسے لوگ ہی تڑپتی ہوئی انسانی دنیا کو زیادہ سے زیادہ شانت کر سکتے ہیں۔ ایسے لوگ نہ صرف اپنی تقریر کے ٹھنڈے پانی سے انسان کے دل کی تپش کو مٹاتے ہیں بلکہ اپنے لخت جگروں کا خون دے کر بھی دوسروں کو تحمل و شانت ہونے میں بالفعل رکاوٹ پیدا نہیں کرتے بلکہ انہیں غلطی جتلانے کے لئے موقعہ کا انتظار کرتے ہیں۔ . . . . . کیا آپ کھلی آنکھوں یہ نہیں دیکھتے کہ تشدد پسندوں کی چند قربانیوں کو صبر سے برداشت کر کے آج کتنے تشدد

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کے تبدیلیوں کو مہاتما جی قید و بند سے آزاد کرا رہے ہیں بعض اصحاب کو ہمارے اس نتیجہ نکالنے میں اعتراض ہوگا۔ وہ اپنے نکالے ہوئے نتیجہ پر نظر ثانی کریں وشال ہردے سے واقعات پر نظر ڈالیں مہاتما جی جیسے انسان ہی ہندوستان میں زیادہ سے زیادہ شانتی پیدا کر سکتے ہیں۔ وہ امن کے دیوتا ہیں جنہوں نے انگریز جیسی قوم کے شکوک بہت حد تک رفع کر دیئے ہیں اور انہیں ہندوستان میں تشدد کے ہاتھوں سے بچا لیا ہے اور اب ہندوستان کو بھی انگریز کے ہاتھوں فیض پہنچنے کا امکان بڑھ رہا ہے۔ مہاتما جی کی فلاسفی اور حقیقت بین الاقوامی خیالات پر بھی اثر انداز ہونے کو ہے۔ گو مہاتما جی نے اس بارے میں بہت کچھ کیا ہے پھر بھی ہم سمجھتے ہیں کہ شانتی پراپت کرنا ہر شخص کے اپنے ہی بس کی بات ہے اور وہ صرف تعلیم سے ہی حاصل کیجا سکتی ہے۔ جس قدر حقیقت کا علم انسان کو ہوتا جائے گا اسی قدر وہ اسباب اشانتی کے موجود ہوتے ہوئے بھی شانت ہوتا چلا جائے گا۔ اور یہی شانتی سب سے بڑھیا چیز ہے ؛

مکمل جماعتی شانتی ایک امر موہوم ہے البتہ ایسے اصول ملتے ہیں جن سے زیادہ سے زیادہ شانتی حاصل کی جاسکتی ہے مضمون کو ختم کرتے ہوئے ہم چند تجاویز پیش کرنا چاہتے ہیں۔

جسمانی کمزوری کو دُور کرنے کے لئے ورزش گاہیں بنائی جائیں۔ کھیلوں کے کھلانے کا انتظام کرنے والی انجمنیں اور کلبیں بنائی جائیں۔ کشتی کے مقابلہ کو رواج دیا جائے۔ ان سے جسمانی مضبوطی ہو کر ہم کام کر کے کمانے کے قابل ہو جائیں گے ؛

مالی کمزوری سے بچنے کے لئے دستی محنت اور صنعت کاری کی انجمنیں بنائی جائیں اور صنعت کاری کے متعلق پراپیگنڈہ کیا جائے تاکہ نوجوان ملازمت کی غلامی سے بچ کر آزادانہ روزی کمانے کی طرف مائل ہوں ؛

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

مجلسی تکلیفات رفع کرنے کے لئے انجمن ہائے امداد باہمی از قسم برات سیوک دل - تیمارداری کے لئے سیوک دل - بُری رسومات چھڑانے کی سبھائیں بنائی جائیں ۔

ذہنی اور روحانی کوفت سے نجات پانے کے لئے مطالعہ اور سوادھیائے سے گیان حاصل کیا جائے جس کے لئے لائبریریاں - ادبی کلبیں ضروری ہیں ۔

سیاسی کمزوری دُور کرنے کے لئے کانگریس جیسی پولیٹکل انجمنیں بنانی واجب ہیں - ہماری ذاتی رائے تو یہ ہے کہ شانتی [illegible] سادھن کا [illegible] جال بچھ جانا چاہیئے جن کے وسیلے سے ہر شخص کو اپنی اندرونی کمزوری کو دُور کرنے کا موقعہ ملے اور ان سے صحیح رہنمائی لے سکے - ووٹ اور اس کے اثر سے آگاہی حاصل کی جائے ۔

حقیقی شانتی صرف آتم انبھو میں ہے مگر کئی امور ایسے ہیں جن کی پابندی سے زیادہ سے زیادہ شانتی پراپت ہو سکتی ہے ان میں سے چند ذیل میں درج کرتے ہیں باقی آپ خود مشاہدہ سے دریافت کریں ۔

(۱) ہر شخص کو اجازت ہو کہ دوسروں کو نقصان پہنچائے بغیر جس طریق یا پیشہ سے چاہے اور جتنا چاہے کمائے اور اپنی محنت کا پھل پائے - اگر کوئی شخص بہت زیادہ دولت اکٹھی کرے تو اُسے دان - خیرات کی راہ پر ڈالا جائے نہ کہ جبراً اس کی دولت چھین لی جائے ۔

(۲) روحانی تعلیم کا شوق پیدا کیا جائے - توہمات سے نکال کر لوگوں کو حقیقت سے واقفیت دلائی جائے ۔

(۳) ہر شخص کم از کم آٹھ آنہ یومیہ اپنے ہاتھوں کی محنت سے کمانے کی قابلیت پیدا کرے - عورتوں کو بھی اپنے میں ایسی قابلیت پیدا کرنی چاہیئے - تعلیم کے ساتھ ساتھ ہی بچوں میں ایسی قابلیت پیدا کرا دی جائے - اور فضول اخراجات سے بچنے کی ذہنیت اور تمیز پیدا کی جائے ۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

(۴) گورنمنٹ ملک کی خادم رہے اور ثالث بالخیر کا پارٹ ادا کرے نہ کہ رعایا کی مدمقابل بن کر خود جھگڑے بڑھانے کی باعث بنے۔ اگر وہ اس معراج سے گر جائے تو سیاسی انجمنوں کو اتنا مضبوط اور سمجھ دار بنایا جائے کہ وہ حق کو منوانے اور باطل کو گرانے میں کامیاب ہو سکیں۔ اور غلط راہ حکومت کو مستعفی ہونے پر مجبور کر سکیں۔ اور یہ مضبوطی جمہوریت کے اصولوں کو سمجھنے۔ ووٹ ورائے دہی کی طاقت کو جاننے۔ بےغرض خدمت کی خواہش اور قربانی میں پوشیدہ ہے۔ آخری طاقت رشیوں۔ تیاگیوں اور بےغرضوں کے ہاتھ میں ہو نہ کہ مال داروں اور مادی طاقت والے خودغرضوں کے ہاتھ میں ہو۔ بےغرض ہی بہترین حاکم اور بہترین ہی خادم ہوا کرتا ہے۔ یہی سبب تھا کہ ہمارے رشیوں نے عمر انسانی کو چار آشرموں میں بانٹ دیا تھا تاکہ انسان پچیس سال تعلیم پا کر گرہست کی تجربہ گاہ میں داخل ہو اور پھر پچیس سال ہر قسم کی مشکلات۔ تکلیفات۔ رنج۔ راحت مصیبت سے پُر زندگی کا تجربہ کرنے کے بعد بان پرست اور سنیاس آشرموں میں داخل ہو کر اور بےغرض خدمت (نشکام سیوا) کر کے دنیا کو زیادہ سے زیادہ سکھ پہنچا دے اس طریق سے یعنی تعلیم۔ تجربہ۔ نشکام سیوا اور آتم انبھو سے دنیا شانتی پا سکتی ہے اور یہی طریق بھارت ورش کے لئے شانتی پانے کا ہے ؛

جبتک انسان اصلی مذہب کی طرف نہیں بڑھتا بلکہ رواجی مذہب کے گڑھے میں گرا پڑا ہے تب تک شانتی محال ہے

جب تک ہاتھوں سے کام لینا نہیں سیکھتا اور کام نہیں کرتا تب تک اقتصادی نجات محال ہے ؛

سلہ اس پر ہمارا مضمون "رائے دہی کی ابتدا اور اس کا اثر ملاحظہ فرمائیے"

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

رائے دہی کی ابتداء اور اُس کا اثر

جس زمانہ میں اماں حوّا اور بابا آدم نے شیطان کی ورغلاہٹ میں آکر غلّہ گندم کھایا ان دنوں "بہشت آں باشد کے رابا کسے کار نہ باشد" کے مصداق کوئی کسی کا محکوم نہ تھا نہ کوئی کسی کا حاکم نہ تھا۔ مگر غلّہ گندم استعمال کرنے کے بعد کنبہ کے بڑھنے کے سامان پیدا ہو گئے۔ بچے لڑتے تو ماں باپ ان کے جھگڑے نبٹر دیتے مگر جب کنبہ ذرا اور بڑھا اور ضرورت کی وجہ سے دوسرا کنبہ بن کر پہلے کنبے سے الگ ہوا تو ہر دو کنبے اپنی اپنی جگہ بڑھنے لگے۔ اسی طرح افزائش نسل کا عمل جاری رہا۔

انسانی فطرت میں لڑائی جھگڑا موجود پایا جاتا ہے جیسا کہ اب بھی موجود دیکھتے ہیں کنبے کے ممبر انفرادی طور پر لڑتے اور بعض دفعہ اجتماعی طور پر کنبوں میں لڑائی فساد ہوتا۔ اور پھر ایک کنبے کا سردار جب دوسرے کنبے کے سردار کو زیر کر لیتا تو مفتوحہ کنبے کو ہر وقت اپنی ماتحتی میں رکھتا اور اس کے ممبروں سے حسب منشا خود کام لیتا۔ فتح مند کنبے کا سردار راجہ کہلاتا۔ اس طرح سے راجے بنے۔ جن کے ماتحت کئی کنبے ہوتے وہ مہاراج کہلائے۔ اس طرح شاہی حکومت ابتداء میں قائم ہو کر ترقی کرتی رہی۔

بعض راجے مہاراجے نیک ہوتے۔ رعیت کو ان کے عہد حکومت میں آرام ملتا۔ بعض ظالم اور خونخوار ہوتے جن سے رعیت کو رنج و گزند پہنچتا۔ رعیت بے عزت و تباہ حال ہو جاتی۔ بعض دفعہ ناقابل برداشت ظلم و ستم کی وجہ سے انقلابی خیالات رعیت کے دل میں پیدا ہوتے۔ وقت گذرتا گیا

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

انقلابی خیالات آہستہ آہستہ دلوں میں گھر کرتے رہے بالآخر کسی سمجھدار صاحب دل نے عوام میں یہ خیال پیدا کر دیا کہ راجہ کے ماتحت جس قدر اہلکار۔ خدمت گار ہیں ان کی تنخواہ کی رقم مالیہ یا جرمانہ کی صورت میں عوام کی جیبوں سے ہی نکلتی ہے۔ دراصل راجہ حاکم نہیں بلکہ ہم سے رقم لے کر اس سے ہی بظاہر ہماری آسائش کا انتظام کرتا ہے اور لوگوں کو سزا دیتا ہے مگر حقیقت میں وہ ہمارا خادم ہے۔ راجہ کو طاقت ہم دیتے ہیں۔ راجہ میں طاقت اپنی نہیں۔ یہ خیال ہی بڑھ کر ایک طرح سے انقلاب بپا کرنے کا باعث ہوا اور اسی حق کو منوانے کے لئے رعیت اور راجہ کے درمیان جنگ ہوئے۔ بالآخر یہ اصول تسلیم کیا گیا اور جمہوری نظام کی بنیاد پڑی جس کی رو سے راجہ وراثتاً نہیں بلکہ کثرت رائے سے مقرر ہونا قرار پایا۔

جب کبھی راجہ مر جاتا تو اس کی جگہ نیا راجہ چنا جاتا۔ چناؤ کے وقت رعیت اکٹھی ہوتی اور ایک ایک شخص اپنی رائے دیتا کہ فلاں شخص کو راجہ بنایا جائے جس شخص کے حق میں زیادہ رائیں ہوتیں وہی منتخب راجہ قرار دیا جاتا۔ چنے جانے کے بعد رعیت اس کا حکم مانتی۔ اگر ایسا شخص ظلم کرتا تو یہی کہا جاتا کہ مظلوم نے خود ظالم کو اپنا حاکم مقرر کیا ہوا ہے۔ خود کردہ را علاجے نیست، اسے شکایت کا حق نہیں۔ ایسی تکلیفات کے تجربہ سے فائدہ اٹھاتے ہوئے راجہ کے عہدہ کو "صدر" کا نام دیا گیا۔ اور میعاد عہدہ بھی تاحیات کی بجائے محدود عرصہ کر دی گئی۔ جیسا کہ امریکہ وغیرہ ممالک میں کہیں تین سال کہیں پانچ سال مقرر ہے۔

چونکہ اس طریق میں فرد راجہ کو طاقت دینے کا منبع نظر آیا اس لئے شاہی حکومت کے طریق پر جمہوری طریق حکومت کو ترجیح دی گئی۔ اور یہی وجہ ہے کہ اسی طریق حکومت کو دوسرے شعبوں یعنی میونسپل بورڈوں۔ ڈسٹرکٹ بورڈوں میں بھی ترجیح دی گئی۔

اس جمہوری طریق حکومت کی بنیاد رائے دہی یا منٹ پر قائم ہے۔ ووٹ

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ایک طرح سے اس شخص کے حق میں جس کے حق میں کہ ووٹ دیا جاتا ہے ہماری طرف سے اس امر کا لائسنس ہوتا ہے کہ جو کچھ وہ کرے گا اس میں ووٹ دینے والے کی منظوری شامل ہے اگر ہم کسی طرح سے اس کے فرمان کو نہیں مانتے تو ہم وعدے سے پھرتے ہیں۔ جس کی سزا ہم بخوشی خود بھگتنے کے واسطے تیار ہوں گے ووٹ دینے سے پہلے ہم حاکم ہوتے ہیں ووٹ دینے کے بعد ہم محکوم بن جاتے ہیں۔ مثلاً ہم ایک شخص کو اسمبلی کا سپیکر چنتے ہیں جب وہ ہمیں کہے کہ چپ کر جاؤ تو ہمیں چپ کرنا چاہیئے ورنہ ہمیں اسمبلی سے باہر نکلنے کی سزا بھگتنے کے لئے تیار رہنا چاہیئے یہی امر ہے جسے ووٹ دیتے وقت ہمیں اپنے ذہن میں رکھنا چاہیئے تا کہ بعد میں پچھتانا نہ پڑے۔ بعض دفعہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ نمائندہ چنے جانے کے بعد وہ ہماری منشا (یا مینیفسٹو) کے خلاف عمل کرتا ہے اور اپنے وعدوں کو پورا نہیں کرتا۔ ایسی حالت میں ووٹروں کو اس کے خلاف عدم اعتماد کا اظہار کرنا چاہیئے تا کہ رائے عامہ کو جس کی رو سے وہ برسر حکومت ہوا تھا حرکت دی جائے اور اسی کے زیر اثر اسے عہدہ سے ہٹایا جا سکے۔ فوراً ہٹایا جا سکے یا دوسرے چناؤ پر اسے گرا دیا جائے۔ اگر فوراً ایسے شخص کو عہدہ سے ہٹانا مقصود ہو تو دھرنا یا پکٹنگ کو عمل میں لانا چاہیئے مگر پکٹنگ کی صورت میں گالیاں وغیرہ اخلاق سے گری ہوئیں باتیں ممنوع ہیں یہ صرف رائے عامہ کو ایسے شخص کے خلاف کرنے کا بہترین اخلاقی عمل ہے۔ جائز طور پر ایسے شخص پر ہر قسم کا دباؤ ڈالا جانا چاہیئے جو غلطی اس نے کی ہو اس کی تردید اسی سے کرائی جائے اور اس کی منہ زوری کا اثر زائل کرایا جائے۔ سیاسیات کا مطالعہ کرنے سے آپ ایسے مختلف طریق معلوم کر سکتے ہیں

اگر انفرادی طور پر رائے دینی ہو تو ووٹ دیتے وقت ہمارا فرض ہے کہ دیکھیں کہ جس شخص کے حق میں ہم ووٹ ڈالتے ہیں وہ نیک خو با اصول

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ہے یا نہیں۔ مگر زمانہ تبدیل ہو چکا ہے۔ انفرادی طور پر ووٹ کی کوئی اہمیت نہیں رہی بہتر ہے کہ خود کو کسی با اصول انجمن سے وابستہ کر لیا جائے اور اسی انجمن کے نامزد کردہ نمائندہ کو ووٹ دیا جائے۔ اشخاص کی بعد میں پرواہ نہیں بھی کی جاتی۔ اگر انجمن بنا کر اسکی طرف سے نمائندہ چنا جائے تو وہ انجمن منتخب ممبر کے سر پر سوار رہے گی۔ اس کی خرابیوں کو روکنے کی ذمہ دار ہو گی۔ اگر ایسا ممبر بہترین ثابت نہ ہو گا تو انجمن اسے راہِ راست پر لانے کی تدابیر سوچے گی۔ جوں جوں انجمن طاقتور ہوتی جائے گی اس میں بہترین نمائندے چلنے کی استطاعت آتی جائے گی۔ اور یہ طاقت ہمارے اس میں شامل ہونے سے ہی آئے گی اگر آپ انجمن کے ممبر نہ بھی ہوں تو بھی با اصول انجمن کے نمائندہ کے حق میں ووٹ دیں تاکہ وہ انجمن طاقت پکڑتی جائے۔ چناؤ کے وقت گذشتہ تجربہ سے فائدہ اُٹھایا جائے ؀

یہاں یہ ذکر کر دینا بھی بے محل نہ ہو گا کہ صاف گو۔ جرأت مند۔ خیر خواہ ملک با اصول مستعد۔ باخبر۔ وسیع النظر۔ بے غرض کے حق میں ووٹ دیا جائے جو خود غرض یُسست ہو جس میں مقابلہ اور قربانی کی طاقت نہ ہو اسے نمائندہ مقرر نہیں کرنا چاہیئے ؀

اس مضمون کے خاتمہ پر ووٹ کی طاقت اور اہمیت کو پھر بیان کر دینا چاہتے ہیں کہ ووٹ اپنی ہی غلامی کا ایک پروانہ ہے جسے سمجھ کر استعمال کرنا چاہیئے ورنہ غلط استعمال کی ہوئی یہی طاقت ہمیں نقصان پہنچائے گی ووٹ کی اہمیت کو سمجھ لینا جمہوریت کی طرف پہلا قدم ہے اور اس کا صحیح استعمال یعنی موزوں شخص کے حق میں ڈالنا جمہوریت کے حصول کا پہلا عمل ہے ؀

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

بدعہدی مجلسی زندگی میں خرابی کی ذمہ دار ہے

جہاں ہر شخص کے وعدہ کر کے مکر جانے کا خدشہ لگا رہے وہاں امن اور خوشحالی کی حقیقت ایک خیال موہوم سے زیادہ نہیں ہوتی۔ وہاں ہر شخص دوسرے شخص سے برسرِ پیکار رہتا ہے۔ کاروبار کا چلنا محال ہو جاتا ہے۔ ہر شخص کا دل بے چین رہتا ہے۔ ہر شخص جو دوسرے کے وعدہ سے پھر جانے کی وجہ سے نقصان اٹھاتا ہے دوسروں کو دھوکا دے کر اپنا نقصان پورا کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ خود بداخلاق بنتا دوسروں میں بداخلاقی۔ بددیانتی۔ بے ایمانی کے خیالات پیدا کرتا اور ان کے پھیلانے کا موجب بنتا ہے جس سے کاروبار کی روانی رُک جاتی ہے۔ آج کل یہی حالت پنجاب کی ہو رہی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پنجاب ظاہری طور پر ترقی کی کوشش کر رہا ہے مگر حقیقت میں اسی ایک وعدہ کی عدم پابندی کی وجہ سے نیچے ہی نیچے گرا جا رہا ہے۔ دوکاندار اور گاہک۔ قرضخواہ مقروض زمیندار اور ساہوکار کے کاروبار پر ذرا گہری نظر ڈالیں تو یہی نگ گہراں نظر آئے گا جو خوشحالی کو غرقاب کئے ہوئے ہے ؂

اس ایک کمی کو دُور کر دینے سے گو کسی حد تک انفرادی طور پر نقصان ہوگا مگر بالآخر افراد میں وعدہ کرنے سے پہلے سوچنے کا مادہ پیدا ہوکر قوم کی قوم دانش مند بن جائے گی اور قومی حالت سُدھر کر اقتصادی بدحالی دُور ہو جائے گی۔ اسی روشنی میں دیکھنے سے معلوم ہوگا کہ نئے قانون قرضہ جات بداخلاقی کے بڑھنے کا باعث بن رہے ہیں۔ اور زمینداروں کی حالت دن بدن گراوٹ کی طرف مائل ہے۔ ایک نادہند زمیندار سینکڑوں زمینداروں کی عزت گنوا دیتا ہے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اور ایک دوکاندار بیسیوں دوکانداروں کی مالی تنگی کا باعث بن جاتا ہے۔ اور ایک دوست کی وعدہ خلافی اس کے دوستی کے دائرہ کو کس قدر تنگ کر دیتی ہے ⁂

وہ جو اپنی اور اپنی قوم کی ترقی چاہتا ہے اسے وعدہ کا پابند بننا چاہیئے۔ دل سے پابند بننا چاہیئے لفظوں کے ہیر پھیر میں اس سے نکلنے کی کوشش نہایت ہی مذموم اور مہلک اثر ڈالتی ہے۔ وعدہ کی پابندی وہ دولت ہے کہ کوئی دوسری دولت اس کا بدل نہیں ہو سکتی۔ آپ اس دولت کو قابو کریں۔ آپ اردگرد کے حالات کا بار بار مطالعہ کریں گے تو آپ پر روشن ہو جائے گا اور آپ میرے ہمراہ ہو کر بآواز بلند یہ کہیں گے کہ :-

"وعدہ سے پھرنے والے اپنی اور اپنی قوم کی بدحالی کا تو ہی ذمہ وار ہے"

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

آزادی

آج جدھر کان دھرو آزادی - آزادی کی آواز سنائی دیتی ہے - جہاں میں اسی کا چرچا اسی کا شور ہے - بچے ماں باپ کی فرمانبرداری سے نکلنا چاہتے ہیں بیویاں خاوندوں سے صرف آزاد ہی نہیں ہونا چاہتیں بلکہ ان پر حکومت کرنے کی خواہاں ہیں - مستورات نے پردہ اتار کر بحالت نیم برہنہ بازاروں میں گھومنا شروع کر رکھا ہے اور اسی میں انہیں آزادی نظر آتی ہے - تعلیم یافتہ ہیں کہ مذہب کی پابندیوں کو توڑ کر اپنے آپ کو "آزاد خیال" کہتے ہیں - کئی ملکوں میں کپڑے سے آزادی حاصل کیجا رہی ہے اور ننگوں کا فرقہ پیدا ہو رہا ہے عوام سمجھتے ہیں کہ حکومت کے اثر سے آزاد ہونا چاہتے ہیں - کوئی ایک بات کو آزادی سمجھتا ہے کوئی دوسری کو - بے لگامی - بے اصولا پن بڑھ رہا ہے کوئی نہیں تبلا سکتا کہ آزادی کیا ہے - ضرورت اس بات کی ہے کہ معلوم کیا جائے کہ آزادی کی کسوٹی کیا ہے جس پر ہم اسے پرکھ سکیں ؏

بعض کہتے ہیں کہ انسان جو چاہے سو کرے یہی آزادی ہے - بعض کہتے کہ دھرم گرنتھوں میں دئے ہوئے فرمانوں کے مطابق چلنا ہی آزادی ہے بعض دولت مندی کو بعض حکومت کو بعض صحت اور بعض علم کو آزادی سمجھتے ہیں "جو چاہو سو کرو" کی قسم کے آزاد لوگ اندھا دھند بدیاں - بداخلاقیاں کرتے دیکھے گئے ہیں - وہ بیمار اور خوار ہوتے ہیں - یہ خیال کسی طرح بھی آزادی کا ہم معنی نہیں ہو سکتا - دھرم گرنتھوں میں اندھ وشواس رکھنے والے بھی پاٹھ پوجا تو کرتے ہیں مگر بزرگوں کے فرمانوں کے مطابق بدلتے ڈھلتے نہیں جو لوگ

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

سچ مچ دھرمی ہیں یہ بات ان کے لئے نہیں کہی گئی بلکہ یہ صرف اُن پر صادق آتی ہے جو محض اندھ وشواس کر کے سمجھے سوچے بغیر اور احکام مذہب میں ڈھلے بغیر صرف منہ سے نہ کہ دل سے پاٹھ کرتے ہیں۔ ایسے لوگ طوطے کی طرح دھرم گرنتھوں کو رٹتے اور دہراتے ہیں ان کے معنی نہیں سمجھتے اور نہ اس آزادی کو جانتے ہیں جو حقیقتاً مذہب انسان کو دینا چاہتا ہے۔ یہ لوگ محض زبان سے پاٹھ کرنے کو دھرم سمجھ کر گراموفون کے ریکارڈ سے بن رہے ہیں۔ جو چابی لگنے پر آواز بلند باتی سناتا تو ہے مگر سوچتا سمجھتا کچھ نہیں ؛

گورو صاحب نے فرمایا ہے۔ "بھے کاہوں کو دیت نہ۔ نہ بھے مانت آن" کتنے بھائی ہیں جو اس فقرے کا مطلب سمجھتے ہیں؟ جو سمجھتے ہیں وہ مبارک ہیں بلکہ پوجنے کے لائق ہیں اور وہی آزاد ہیں۔ جنہوں نے اس خیال کو نہیں سمجھا ان کے متعلق کچھ کہنے کی حاجت نہیں خود ہی فتویٰ صادر کیجیئے کہ ان کا قدم آزادی کی راہ پر ہے یا کہ وہ قید و بند کے گڑھے میں گہرے پڑے ہیں ؛

دولت مند حاکموں کے قدموں پر ناک رگڑ رہے ہیں۔ حاکم حکیموں کے در پر کھڑے ہیں۔ شہ زور صحت مند دولت مندوں کے محتاج دیکھے گئے ہیں۔ پھر آپ سوال کریں گے کہ خود ہی تبلاؤ کہ آزادی کیا ہے ؛

آزادی وہ چیز ہے جس کے دھیان میں آنے سے جہان کی بادشاہت بھی انسان کے لئے کوڑی کی قیمت کی نہیں رہتی وہ شاہنشاہوں کا شہنشاہ ہو جاتا ہے وہ دکھ درد میں مبتلا ہو۔ غریب مہان کنگال ہو۔ بوجھ سر پر لدا ہو۔ ننگا اور بھوکا ہو بے یار و مددگار ہو تو بھی وہ کسی کے سامنے ہاتھ نہیں پسارتا۔ محتاج نہیں ہوتا ؛

آزاد وہ ہے جو جسم کی پرواہ نہیں کرتا۔ جسمانی تکلیف برداشت کرنے پر قادر ہوتا ہے مگر اس کی وجہ ڈر نہیں ہوتا بلکہ اس کا موجب وہ پابندی ہوتی ہے جو وہ خود اپنے اوپر عائد کرتا ہے۔ اپنی لگائی ہوئی پابندی کا پابند ہی درحقیقت آزاد ہے اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ جسم کو دانستہ نقصان پہنچاتا ہے یا بوجہ غفلت نقصان

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کو روکتا نہیں بلکہ اس کے یہ معنی ہیں کہ وہ اپنے ارادہ کی تکمیل کے لئے جسم کو خوشی خوشی ہنس ہنس کر قربان کرنے کو ہر وقت تیار رہتا ہے۔ جسم اس کے ہاتھ میں ایک اوزار سا ہوتا ہے جس کے وسیلے وہ اپنے ارادہ کو مادی صورت میں ظاہر کرتا ہے۔ وہ کسی کو ڈراتا نہیں اور نہ کسی سے ڈرتا ہے۔ وہ بات کا دھنی ہوتا ہے۔ کلیشن کا غلام نہیں ہوتا ۔

شری گورو تیغ بہادر ایسے ہی آزادی پانے ہوئے مہاں پُرش تھے جنہوں نے دوسرے لوگوں کی تکلیف رفع کرنے کی خاطر ایک وعدہ دے کر اس پر قائم رہے جسم کی پرواہ نہ کی اور اپنی جان قربان کر دی۔ وہ کسی سے ڈرے نہیں اور نہ ہی کسی کو ڈرایا ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے باوجود صاحب کرامات ہونے کے کسی کو انہوں نے نقصان نہیں پہنچایا۔ اپنی شان بے نیازی میں قائم رہے۔ آج بھی اس دنیا میں اس کسوٹی پر پرکھے جانے والا ایک آزاد انسان مہاتما گاندھی نظر آ رہا ہے۔

آزادی خواہش سے ملتی ہے۔ آزادی کے لئے کوئی خاص راہ نہیں البتہ اس کے پانے کی کوشش میں یہ کسی نہ کسی طرح سے خود بخود مل جاتی ہے۔ آزادی خود شناسی ہے اور اس کا پانا آپ کے ہی اختیار میں ہے یہ کہیں باہر سے نہیں آتی بلکہ اپنے ہی اندر سے ملتی ہے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

خرابی کا ذمّہ دار کون ہے؟

جب ہم کسی دھوپ سے تپے ہوئے کو ٹھنڈا پانی پلاتے ہیں اور کسی دوسرے وقت وہ ہمیں دودھ پلاتا ہے تو ہم پر دودھ پلانے کی مہربانی کرنے والا کوئی غیر نہیں ہوتا بلکہ وہ خود کو دودھ پلانے کا احسان درا صل ہمارا اپنا ہی ہوتا ہے۔

جب ہم کسی کے ساتھ مہربانی سے پیش آتے ہیں اور وہ خوش ہو کر ہمیں کوئی فیض پہنچاتا ہے تو وہ فائدہ ہم کو ہمیں سے پہنچ رہا ہوتا ہے۔

جب ہم کسی کو ایک گالی دیتے ہیں اور اس کے بدلے میں دو گالی سنتے ہیں تو دو سنانے کی ذمہ داری دوسرے پر نہیں بلکہ اس کی ذمہ داری ہمارے اپنے کندھوں پر ہی پڑتی ہے۔

جب کوئی ہمیں ایک تھپڑ مارتا ہے اور اس کے بدلے میں ہم اسے دو تھپڑ رسید کرتے ہیں تو دو تھپڑ مارنے کے ظلم کی ذمہ داری ہم پر نہیں بلکہ اس کی ذمہ داری اس پر ہوتی ہے جس نے پہلے تھپڑ مارا۔

جو قرضہ لے کر واپس ادا نہیں کرتا پھر دوسرے وقت پر قرضہ نہ ملنے سے جو تکلیف اٹھاتا ہے اس کا وہ خود ہی ذمہ دار ہوتا ہے اس کی اس تکلیف کا ذمہ دار قارض نہیں ہوتا۔

وہ ساہوکار جو شرح سود مقروض کا خون نچوڑتا ہے اگر مقروض یا اس کے وارثوں کے ہاتھوں تکلیف پائے تو اس کی ذمہ داری کی بنیاد خود ساہوکار ہی پیدا کرتا ہے۔

آپ اگر آج کسی کی دانستہ عزت نہیں کرتے اور کل کو وہ آپ کی عزت نہ کرے اور آپ اسکے فعل کو اپنی بے عزتی سمجھیں تو ایسی فرضی بے عزتی کے آپ خود ہی ذمہ دار

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ہوتے ہیں ؎

اپنی طرف نہ دیکھنا ہی جہالت ہے اور جہالت ہی دوسروں کو ملزم گردانتی ہوئی ایک دوسرے سے نفرت اور علیحدگی کا باعث بنتی رہتی ہے ؎

بسیار خوری سے پیٹ درد ہونے پر جو تکلیف ہوتی ہے اس درد و تکلیف اور ڈاکٹری فیس کے جرمانے کی سزاؤں کے دینے والا کوئی غیر نہیں ہوتا بلکہ بسیار خور خود ہی ذمہ دار ہوتا ہے ؎

ظالم اپنی اولاد اور اپنی قوم کے لئے اپنے پیچھے ظالم ہی ظالم چھوڑ جاتا ہے ظالم ظلم کرتا ہوا مظلوم کو ظالم بنانے کا عمل کرتا ہے۔ معاہدہ ورسلیز کی پیداوار ہر ہٹلر کے اعمال پر غور فرمائیے اور انگلستان کے ہندوستان کے ساتھ سلوک کو زیر بحث لاتے ہوئے مستقبل کا قیاس کیجئے ؎

غلطی کرنے والا ہی سزا پانے والا اور وہی سزا دینے والا ہوتا ہے۔ اگر ہم کسی دوسرے کو سزا دینے والا فرض کریں گے تو ہم اگیان کے اندھیرے میں اپنی ذمہ داری کسی دوسرے کے کندھے پر ڈال رہے ہوں گے اور عملی دنیا میں یہ طفل تسلی ثابت ہو گی۔ اپنا پاپ ہی سزا کا باعث بنتا ہے۔ کرم پھل اٹل ہے جو ملے گا پر ملے گا۔ اس روشنی میں ذہن نشین کیجئے کہ مجرم جو سزا پاتا ہے اس سزا کا مجرم خود ذمہ دار ہوتا ہے سزا مجسٹریٹ کا ظلم نہیں ہوتا۔ تبھی تو کہا گیا ہے کہ پاپی کے مارنے کو پاپ مہان بلی ہے ؎

"سب خرابی کے ذمہ وار تم ہو تم" ۔ "میں ہوں میں"

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

الوداع

اس کتاب میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے وہ دراصل آپ کے لئے نہ تھا بلکہ وہ سب کچھ ہمارے ہی عالی دل نے ہمارے ہی زیریں دل کو سمجھایا۔ بار بار سمجھانے اور سمجھنے کے بعد اسے تحریری صورت دی گئی۔ اس کے مفید ہونے کی وجہ سے اسے آپکی خدمت میں پیش کر رہے ہیں ؁

یہ کتاب اس لئے نہیں پیش کی گئی ہے کہ آپ اس میں مندرج خیالات کو بجنسہٖ مان لیں بلکہ اس لئے پیش کی گئی ہے کہ مصنف نے ان بنیادی سوالات کو اس طرح حل کیا آپ بھی انہیں اپنے طور پر حل کریں۔ اگر اس میں دئے ہوئے حل آپ کی کچھ مدد کر سکے تو مصنف اپنی محنت سپھل سمجھے گا ؁

اگر آپ کو یہ خیالات پسند نہ بھی ہوں تو بھی آپ کو کوئی نقصان نہیں رہے گا۔ کیونکہ یہ سوالات آپ کے دل میں داخل ہو کر آپ کی توجہ کو اپنی طرف کشش کر کے بالآخر ان کے حل دریافت کرنے کے لئے مستعد کر دیں گے بلکہ یہ آپ کے دل کی تاروں کو حرکت دے کر سُریلا راگ گانے کے لئے مجبور کر دیں گے ؁

اگر آپ نے جوں توں کر کے ایک بار مطالعہ ختم کر لیا ہے تب الوداع کہتے ہوئے ہم ایک دفعہ عاجزی سے درخواست کرتے ہیں کہ اسی وقت ایکانت میں بیٹھ کر خوب دل لگا کر ان اعتراضات کے جواب پانے کے لئے جو آپ کے دل میں اسوقت ہیں دوبارہ اس کا مطالعہ شروع کر دیں۔ سابقہ

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

مطالعہ کی روشنی میں کئی نئی باتیں آپ کے ذہن میں نمودار ہوں گی اور آپ کا نقطۂ نگاہ بدلنا شروع ہو جائے گا اور آپ خوش ہو جائیں گے اور اسے تیسری بار پڑھنے کے لئے دل چاہے گا۔ سچ مانیئے کہ اس کے بار بار کے مطالعہ سے آپ کا پورا نقطہ نگاہ بدل کر آپ میں تبدیلی واقعہ ہو جائے گی ؎

پانچ بار مطالعہ کرنے کے بعد اپنے تاثرات سے مصنف کو بھی آگاہ کیجئے مہربانی ہو گی ؎

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

دُنیا کی ہر منزل میں کامیابی کا رہنما

بے بہا تعلیمی کورس

قانونِ فضیلت

صحت دولت علمیت اور راحت کا رہبر۔ دینی و دنیوی علم کی کنجی
چھ کورسوں اور بے شمار قیمتی اسباق کا سینہ بسینہ پوشیدہ مجموعہ
تمہیدی ہدایات۔ خاموشی۔ پوشیدگی اور باقاعدگی کی حقیقت اور فضیلت
مشق کے آسان طریقے۔

کورس نمبر ۱۔ قوتِ ارادی کی فضیلت۔ خیال و کلام کی ماہیت۔
کورس نمبر ۲۔ یکسوئی و ضبط کی فضیلت مکمل اور آسان طریق۔ عملی ہدایات۔
کورس نمبر ۳۔ قواعد مسمریزم و مکمل طریق ہپناٹزم مع تصاویر۔ ان کے طبی و تجارتی فوائد۔
کورس نمبر ۴۔ علاج بذریعہ قوتِ ارادی۔ عالمگیر قوانین صحت۔ علاج بلا دوا۔
کورس نمبر ۵۔ روشن ضمیری اور اس کے حصول کی آسان مشقیں۔
کورس نمبر ۶۔ بنام منزلِ راحت۔ غم۔ فکر۔ خوشی و تنزل کا آخری علاج

مصنفہ۔ مہتہ سیتا رام دت کویراج آدونیہ رسائن۔ انارکلی۔ لاہور
کل کورس کی قیمت صرف ۵ روپیہ پانچ روپیہ معہ محصول

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

زندگی کی ہر منزل میں کامیابی کا رہنما

قانونِ فضیلت

بے بہا تعلیمی کورس

صحت۔ دولت۔ علمیت کا رہبر۔ دینی و دُنیوی علوم کی کُنجی۔ چھ کورسوں اور بے شمار قیمتی اسباق کا سینہ بسینہ پوشیدہ مجموعہ

تمہیدی ہدایات۔ خاموشی۔ پوشیدگی اور باقاعدگی کی حقیقت اور فضیلت۔ مشق کے آسان طریق

کورس نمبر ۱۔ قوتِ ارادی کی فضیلت۔ خیال اور کلام کی ماہیت۔

کورس نمبر ۲۔ یکسوئی ضبط کی فضیلت۔ مکمل اور آسان طریق۔ عملی ہدایات۔

کورس نمبر ۳۔ قواعد مسمریزم۔ مکمل و طریق ہپناٹزم معہ تصاویر۔ طبّی و تجارتی فوائد۔

کورس نمبر ۴۔ علاج بذریعہ قوتِ ارادی۔ عالمگیر قوانینِ صحت۔ علاج بلا دوا۔

کورس نمبر ۵۔ روشن ضمیری اور اُس کے حصول کی آسان مشقیں۔

کورس نمبر ۶۔ بنام منزلِ راحت۔ غم و فکر۔ خوف و خطر کا آخری علاج۔

(نوٹ) اس تعلیمی کورس کے لئے فیس عوام سے کم از کم [illegible]۔ امراء سے کم از کم [illegible] روپیہ یا حسبِ حیثیت زیادہ جو وُہ خوشی سے پیش کریں، اس کے علاوہ اور کوئی فیس نہیں لی جاتی۔ بذریعہ منی آرڈر پیشگی آنی چاہیئے یا تمہیدی ہدایات بذریعہ وی۔ پی ارسال ہوتی ہیں۔ مفصل واقفیت کے لئے پراسپکٹس یا تشریح مفت طلب کریں۔

مصنف

مہتہ سیتارام دت کویراج آدتیہ رسایَن انارکلی لاہور

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

Entered in Database
Signature with Date

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri